Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376

R.N.I.No.UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864
Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

FORTNIGHTLY Vol.No2 Issue No,11

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs.7/=

انسان کی مشترک انسانیت

اگر یہ سچ ہے کہ سارے انسان چاہے گورے ہوں یا کالے، لال ہوں یا پیلے، امیر ہوں یا غریب، مشرق کے ہوں یا مغرب کے، چین کے ہوں یا فلسطین کے، بولی انگریزوں کی بولنے والے ہوں یا بر ماوالوں کی، اولاد ایک آدمؑ اور ایک حوا کی ہیں، تو یہ بات صاف ہے اور نتیجہ ظاہر ہے کہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ ایک ہی دریا کی لہریں ہیں، ایک ہی پھول کی پتیاں ہیں۔ اور یہ عقیدہ روئے زمین کے مسلمانوں کا، عیسائیوں کا، یہودیوں کا تو ہے ہی، دوسرے بھی جتنے مذاہب ہیں سب نے کسی نہ کسی طرح اسی کو مانا ہے، لفظوں کی الٹ پلٹ، اصطلاحوں کے ہیر پھیر سے کہیں حقیقتیں تھوڑی ہی بدل جاتی ہیں۔

اور جب ماں باپ ایک ٹھہرے چاہے وہ ایک پشت اوپر ہو یا سو دو سو ہزار پشتیں اوپر، تو بھائی بننے میں کوئی کسر باقی رہ گئی؟ رہا طبعیت کا اختلاف، مزاج و مذاق کا اختلاف، صورت و شکل کا اختلاف، عقیدوں اور خیالات کا اختلاف تو وہ کیا سگے بھائیوں میں نہیں ہوتا اور پورے زور کے ساتھ نہیں ہوتا؟ لیکن اس کے باوجود بھی بھائی بھائی ہی رہتے ہیں، ایک دوسرے کے حق میں سنگ دل قصائی نہیں بن جاتے۔ تو پھر قوموں اور ملکوں کا اختلاف برادرانہ یک جہتی کی راہ میں اس سے زیادہ کیوں حائل ہو؟ یہ اختلاف چاہے زبان اور بولی کا ہو یا رنگ و روپ کا یہاں تک کہ مذہب کے اختلاف کا، اسے آخر اس کے درجہ سے زیادہ کیوں اہمیت دیجئے۔ اور اے انسان کی مشترک انسانیت، یا آدم زادوں کی عام آدمیت پہ کیوں غالب آنے دیجئے؟

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

از: نشریات ماجدی ص ۲۲

۲۵ اگست ۲۰۰۲ء | سالانہ ۱۵۰/روپئے | فی شمارہ ۷/ روپئے

Mobile:98390 95795
Phone: 0522-301658

قبا اوننگ
اودھ کی شان
اوننگ: ٹریکس ☆ کھڑکی ☆ فکس
المونیم: کھڑکی ☆ دروازے ☆ سلنگ ☆ فلورک
ہمارے یہاں ہر قسم کے المونیم اور اوننگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے
ایک بار خدمت کا موقع دیں
ایم۔اے ملک، راج ۳۰۱/اوشال کھنڈ گومتی نگر، لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946
آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارا نیا شوروم
گھنہ پیلس
حاجی عبدالروف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید مترجم و غیر مترجم، حمائلیں۔ قاعدے، پارے، پنج سورے اور عربی فارسی، درسی، طبی، عملیات کی کتابیں۔ ہائی اسکول، انٹر، ادیب، ادیب ماہر ادیب کامل وغیرہ کی گائیڈ اور گیس پیپر بہترین اور سستی قیمت پر ہم سے طلب کریں۔
نوٹ: آپ اپنی پسند، ضرورت کی کتابیں بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔
تاج بک ڈپو، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹو کرانک ☆ کوئیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پادر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشن اے۔ رحمن (علیگ)
ظفر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

لیبل و کیپ پر AFZALS
اور MAU CITY دیکھ کر
نورانی تیل
خریدیں
درد، زخم، چوٹ، جلنے، کٹنے، کی مشہور دوا
AFZALS
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے
Shirts,Trousers,Coat Sutts, Embortdored, Sherwanis,Pullowerrs, Jackets,Kurta,Vastecoatsult,Night Sutts&Tlas
شادی۔ تیوہار۔ پارٹی کے لئے شاندار ذخیرہ
تشریف لائیں
MENMARK
Men,s Exclusice
58,Halwasia Maket, Hazratganj,Lucknow
Ph:Shap:216948,Rest.:227443

Printed And Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow u.p. Editor: Shamsul Haq Nadwi

اطمینان قلب کی دولت

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۸)

''یاد رکھو اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے''

اس زمانے میں ہر جگہ بے چینی اور بیقراری ہے، غریب وامیر، مرد وعورت، جوان اور بوڑھا ہر ایک انجانی اطمینانی اور بے چینی محسوس کر رہا ہے، اس بے چینی اور بیقراری کو نہ دولت دور کر پارہی ہے، نہ عزت وقوت ختم کر رہی ہے، نہ حسن وجمال اور خوش خلقی سے اطمینان نصیب ہو رہا ہے، ہر ملک، ہر قوم، ہر جماعت اور ہر فرد اپنی زندگی میں ایک کسک اور بے چینی سے دوچار ہے، آپ کسی امیر سے امیر آدمی سے پوچھئے جس کے یہاں اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے، تو وہ ایک انجانی بے چینی اور دل کی بیقراری کا شکوہ کرے گا اور اندرونی فکر اور کھا جانے والے غم کا رونا روئے گا، آپ کسی بڑے سے بڑے عہدے پر متمکن آدمی سے اس کے دل کا حال پوچھیں گے تو وہ صرف سکون واطمینان کی کمی کا ذکر کرے گا، اور جو لوگ ذکر نہ کریں گے تو وہ خود اندر ہی اندر اس کسک اور بے چینی سے گھل رہے ہوں گے، آپ غور کیجئے! کہ زندگی کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر نعمت سکون واطمینان، چین وقرار ہی سے لوگ کیوں محروم ہیں، اور ایک انجانا غم کیوں ان کو گھلائے جا رہا ہے؟ کوئی موت وبیماری سے، کوئی غربت وافلاس سے، کوئی خانگی پریشانیوں سے، کوئی کسی فکر سے، کوئی کسی غم سے نڈھال کیوں ہے؟ اور اس کا دل مردہ کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ اب سے صدیوں پہلے زندگی کے یہی لیل ونہار تھے، دولت بھی تھی، غربت بھی تھی، لوگ مرتے بھی تھے، صحیح وتندرست بھی رہتے تھے، خانگی پریشانیاں بھی آتی تھیں، اور بیماریاں بھی ہوتی تھیں، لیکن دلوں میں سکون تھا، اطمینان تھا، اس کی وجہ کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ زندگی کی یہ نعمت بے بہا دنیا کی دولت سے حاصل نہیں ہوتی، یہ صرف اللہ کے خوف، اللہ کی یاد اور اس پر بھروسہ سے ملتی ہے، کسی فرد یا جماعت کی اجارہ داری میں نہیں ہے، جو بھی اللہ کا نام لیتا تھا، صبح وشام اللہ کو یاد کرتا تھا، اس پر بھروسہ کرتا تھا، خدا اس کو اس نعمت سے نوازتا تھا، تو اس کو اپنی جھونپڑی میں اس نعمت کا مزہ آتا تھا، غریب کو اپنی غربت میں اس کا لطف محسوس ہوتا تھا، امیر کو اپنے ایوان امارت میں اس کی حلاوت محسوس ہوتی تھی، بیمار کو اپنی بیماری میں سکون ملتا تھا، اور جب اس کو دنیا چھوڑ کر اور آرام وراحت سے منہ پھیر کر جانا ہوتا تھا تو مسکراتے ہوئے ''فوت ورب الکعبۃ'' (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا) پڑھتا ہوا جان جان آفریں کے سپرد کرتا تھا اور اس کے عزیز واقارب، دوست واحباب اس کو رخصت کرتے تھے اس حال میں کہ ان کا دل مطمئن ہوتا تھا۔

اس دور کی پوری سوسائٹی اس نعمت سے سرفراز کی گئی تھی، سب لوگ اپنے مالک کو یاد کرتے رہتے تھے، اور اس پر بھروسہ کرتے تھے یہ ایک نسخۂ کیمیا ہے، آج بھی جس کا جی چاہے اس کا تجربہ کر لے، یہ نسخہ نسخۂ شفا ثابت ہوگا، جو بھی بے قرار ہو، خواہ وہ بیقراری کسی بھی قسم کی ہو اس دوا کو استعمال کر لے یعنی اللہ کا نام لے، اس کو یاد کرے، اس کا ذکر کرے، اس سے لو لگائے، اس پر بھروسہ کرے، اور جو مانگے، اسی سے مانگے، تو اللہ اس عمل سے اس کی ہر طرح کی بے قراری اور بے چینی دور کر دے گا، اس پر صدیوں تجربہ کیا گیا اور سو فیصدی کامیاب رہا ہے، اور کیوں نہ کامیاب ہو، جس نے ہم کو، آپ کو پیدا کیا، اور جس کو ماں باپ سے زیادہ ہم سے محبت ہے، وہی یہ نسخہ بتا رہا ہے، اور اس کے سو فیصدی فائدہ کی ضمانت لے رہا ہے۔

دل میں لگا کے اس کے کہو کر دو جہاں میں ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات لکھنؤ
پندرہ روزہ
لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۲۵ راگست ۲۰۰۲ء مطابق ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۲۰

زیر سرپرستی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیر نگرانی
مولانا عبد اللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
(مدیر اعلی)
سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک .....۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک جملہ.....۲۰ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش
خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	اطمینانِ قلب کی دولت	مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ	۲
۲	ندوۃ العلماء کا پیغام عہدِ حاضر کے نام (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	بسم اللہ الرحمن الرحیم	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۷
۴	امت اسلامیہ کی عظیم ترین ذمہ داری	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۲
۵	یورپ کے اتحاد اور بقاء کیلئے دشمن کا تصور ضروری	مولانا سید واضح رشید ندوی	۱۹
۶	اسلامی مہینوں میں رجب کا مہینہ	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۲۲
۷	متلاشیانِ حق کے ایمان افروز واقعات	محمد فرمان نیپالی ندوی	۲۳
۸	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۵
۹	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۶
۱۰	تحفظ شریعت (رپورٹ جلسہ رائے بریلی)	محمد ناصر ندوی	۲۷
۱۱	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۳	وفیات	م۔ح۔ن	۳۰
۱۴	مگر وجہِ سکونِ قلب تیرا نام ہے ساقی (نظم)	مجیب احمد صدیقی کرنیل گنجوی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

ندوۃ العلماء کا پیغام عہدِ حاضر کے نام

ندوۃ العلماء جس کا اس وقت عالم عربی میں خصوصاً اور سارے عالم میں عموماً شہرہ اور چرچا ہے، چرچا ہی نہیں بلکہ اس کو رشک وشوق کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی طرف انتساب کو باعث فخر سمجھا جاتا ہے، کن حالات میں اس کا قیام عمل میں آیا، کیسے کٹھن مراحل سے اس تحریک کو گذرنا پڑا، اور اسی کے ساتھ کچھ بندگانِ خدا نے اس تحریک کو کس والہانہ انداز میں قبول کیا اور اپنا سرمایا اس پر نچھاور کیا اُپنی آن کو ندوہ کی شان پہ قربان کیا اس کا اندازہ ''تاریخ ندوۃ العلماء'' کے مطالعہ سے ہوگا۔

کہتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ایک بڑھیا بھی تھی جو کچھ سوت لے کر حاضر ہوئی تھی، اسی طرح ندوہ کی شیدائی ایک بڑھیا کے پاس دوٗنی (دوآنہ) تھی اس نے اس کو پیش کر دیا یہ دوٗنی ایسی قابل قدر تھی کہ اس کو خان بہادر منشی اطہر علی مرحوم نے ایک اشرفی میں خرید لیا اور دوٗنی کے ساتھ اس کو نذر ندوہ کر دیا۔ حالات کا جو تقاضہ تھا امت مسلمہ ہندیہ موت وحیات کی جس کشمکش میں مبتلا تھی اس میں تو یہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ مدرسہ فیض عام کانپور کی چٹائی پر اس انقلاب انگیز تحریک کی داغ بیل ان روح فرسا حالات میں پڑی تھی، جس کا نقشہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم گہربار نے اس طرح پیش کیا ہے۔ ''انقلاب وحوادث کے جو طوفان ملک میں اٹھ رہے تھے ان سے حساس مسلمانوں کے دل مضطرب تھے، مدارس ومکاتب کا پرانا سلسلہ ٹوٹ رہا تھا، انگریزی اسکول اور کالج میں مسلمان لڑکے کھنچ رہے تھے۔ سلطنت کے اثر سے عیسائیت کا چرچا تھا، مشنریوں کے جال ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، ان کے یتیم خانے ہر جگہ قائم تھے، مسلمانوں اور عیسائیوں میں مناظروں کی گرم بازاری تھی، دونوں طرف سے رسائل لکھے جارہے تھے، یورپ کے نئے خیالات سیلاب کی طرح امڈے چلے آرہے تھے، عام علماء زیادہ تر پڑھنے پڑھانے میں مصروف، کچھ معمولی معمولی، چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے تھے، اور خواص تقلید اور عدم تقلید، قرأت فاتحہ، آمین بالجہر اور رفع یدین کے مسئلوں میں ایسے گتھے تھے کہ مناظرہ، مجادلہ اور مجادلہ مقاتلہ بن گیا تھا، خدا کے گھر لڑائی کے میدان بن گئے تھے، ایک دوسرے کی تفسیق اور تکفیر پر بڑی مہریں ہورہی تھیں''۔

اس وقت امت مسلمہ پھر کچھ اسی طرح کے حالات سے دوچار ہے، اس کے سر پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں جو یک لخت اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں، یہ صورت مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک بپا ہے مگر ہماری سادہ لوحی، بے خبری یا عاقبت اندیشی ہم کو چھوٹے چھوٹے اور محدود مسائل میں الجھا کر ہماری توانائیوں کو ضائع کر رہی ہے۔ کاش! ہم ہوا کے رخ کو پہچانتے

اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے کہ یہ وقت داخلی انتشار وخلفشار کا نہیں بلکہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور مکار دشمن سے نبرد آزمائی کا ہے، تحریک ندوۃ العلماء کا ایک مخالف اس کے ایک اجلاس میں مخالفانہ پمفلٹ چھپوا کر لایا کہ اس کو وہاں تقسیم کرے گا، مگر جب اس بزم نوارانی میں پہنچا تو اس کا ایسا شیدائی ہوا کہ بھرے اجلاس میں اپنے ہاتھوں پمفلٹ کو پھاڑ دیا اور ندوۃ العلماء کی تائید میں نہایت درد بھرے انداز میں تقریر کی۔

موجودہ حالات وخطرات کا مقابلہ ہم اسی وقت کرسکتے ہیں جب ہمارے اندر وسعت ظرفی ہو، وسیع النظری اور حالاتِ گردوپیش سے باخبری ہو۔ اگر یہ نہ کیا گیا تو ہم اسلاف کے ناخلف اخلاف ثابت ہوں گے اور آنے والی نسلیں ہم کو معاف نہیں کریں گی۔ اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء کے ان اصولوں کو گلے لگایا جائے جنھوں نے بچھڑوں کو ملایا تھا، روٹھوں کو منایا تھا، اور اتحاد ویگانگت کا صور پھونکا تھا، جس نے امت مسلمہ ہندیہ کو ہلاکت وتباہی سے بچالیا تھا، الحمدللہ کہ اہل ندوہ اب بھی اپنی بساط بھر اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ ندوۃ العلماء نے ہندوستانی علماء کے علمی ودعوتی اور تحقیقی کاموں، کتاب وسنت کی خدمت اور اس براعظم میں ان کی اسلامی خدمات کا بھرپور تعارف کرایا اور باہر کی دنیا میں علماء ہند کا مقام بلند کیا اور نہ صرف ان کا مقام بلند کیا بلکہ ان کی تصنیفات وتحقیقات سے استفادہ کا دروازہ کھول دیا۔ ہندوستانی علماء کی بہت سی مایہ ناز تصنیفات کا تعارف عرب دنیا میں ندوۃ العلما نے کرایا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عالم اسلام میں ندوۃ العلماء کی برکت سے ایک نئی بیداری کا کام لیا خصوصاً ندوۃ العلماء کے سابق ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر ودعوت کو جو ندوۃ العلماء کا عکس تھی وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اس وقت وہاں کا کوئی شخص اگر ان کی تصنیفات سے بے خبر ہو تو پڑھا لکھا نہیں سمجھا جاتا۔ بلاد عربیہ میں بہت سے نازک موقعوں پر جہاں ایک نیا فکر ورجحان جنم لے رہا تھا ندوۃ العلماء نے رہنمائی کی اور فتنوں کا خاتمہ ہوا۔ یہ بڑی ناقدری وناسپاسی ہوگی کہ ندوۃ العلماء باہر کی دنیا پر اثر انداز ہو، اور اندورنِ ملک اس کے اصولوں کو ناقابل التفات سمجھا جائے۔ اس وقت کے جو حالات ہیں ان میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ تنگ نظری کو خیر باد کہہ کر حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے ہم یہ محسوس کررہے ہیں کہ ہندوستان میں جماعتی تعصب اور تحزب کا رجحان امت کے اتحاد کو بڑا نقصان پہنچا رہا ہے۔

ہم نے اپنے کو صرف دوسروں کے عیب بیان کرنے کے لئے وقف کردیا ہے، قوم کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی آواز نہیں لگاتے، یہ نوحہ وماتم قوم کو زندگی کا پیغام نہیں دے سکتا۔

بقول حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کہ ''قوم کی برائیاں بیان کرنے میں وقت نہ صرف کرو بلکہ اس کے اندر خوبیاں پیدا کرنے کی فکر کرو تو برائیاں از خود ختم ہوجائیں گی''۔ کاش ہمیں حالات کو سمجھنے اور خطرات کو بھانپنے کی توفیق ملتی۔

ہر پھول میں پتھر کا جگر دیکھ رہا ہوں

حفیظ بلندشہری

جلتا ہوا لٹتا ہوا گھر دیکھ رہا ہوں
اپنوں کے ستم اور ہنر دیکھ رہا ہوں

یہ حق وشجاعت کا شہادت کا نشاں ہے
نیزے کی بلندی پہ جو سر دیکھ رہا ہوں

کرتے ہیں خلاؤں میں سفر آج کے طوطے
شاہین کے ٹوٹے ہوئے پر دیکھ رہا ہوں

اب اہل گلستاں ہیں کہاں پیار کی باتیں
ہر پھول میں پتھر کا جگر دیکھ رہا ہوں

ہے قید سے آزاد ابھی تک مرا قاتل
اخبار ہے ہاتھوں میں خبر دیکھ رہا ہوں

دیتا ہے مجھے وقت کا آئینہ یہ دھوکا
میں سطح سمندر میں قمر دیکھ رہا ہوں

سنتا تھا کہ دشوار بہت راہِ وفا ہے
اب اس میں حفیظ اپنا سفر دیکھ رہا ہوں

پیام انسانیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾

میرے بھائیو، دوستو، اور عزیزو!

آج میں نے آپ کے سامنے بسم اللہ سے تقریر شروع کی ہے سب لوگ جانتے ہیں کہ بسم اللہ کیا ہوتی ہے اور کب پڑھی جاتی ہے، لیکن بہت کم لوگوں نے غور کیا کہ بسم اللہ کے اندر کیا پیغام ہے، جب کوئی اہم کام شروع کرنا ہوتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر اسلام، صحابہ کرامؓ، بزرگان دین اور علمائے کرام سب کا طریقہ یہی تھا کہ بسم اللہ سے کام شروع کرتے، اور یہاں ہندوستان میں بھی آپ دیکھیں مولانا آزاد ہوں یا اور کوئی، دیش کے بڑے خدمت گذار اور اس کو آزاد کرانے والے وہ بھی بسم اللہ پڑھنے کے کتنے عادی تھے، یہاں تک کہ کھانا کھانے کے لئے بھی یہی سنت ہے کہ پہلے بسم اللہ کی جائے اور اس کے بعد کھانا شروع کیا جائے اور کوئی بڑا یا چھوٹا کام کرنا ہو تو بسم اللہ کہہ کر شروع کیا جائے مگر آپ یہ سوچئے کہ جب اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا جارہا ہے تو اللہ کے نام تو بہت ہیں۔ ''وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى'' قرآن شریف میں خود آتا ہے کہ اللہ کے بڑے اچھے نام ہیں وہ جبار بھی ہے، قہار بھی ہے، طاقت والا قوی بھی ہے، توانا بھی ہے، قادر بھی ہے، اور وہ بڑے جلال والا ہے، بڑے کمال والا ہے اور بڑے جمال والا ہے، سب کچھ ہے مگر کیوں ہمیں یہ تعلیم دی گئی کہ جب ہم کام شروع کریں تو اللہ کے نام سے شروع کریں۔ اور اس کی صفتوں میں سے یہ دو صفتیں ''الرحمٰن الرحیم'' بڑی رحمت والا اور بڑا رحمان ہے، یہی مزاج بناتا ہے، یہی مسلمان ہی کا نہیں انسان کا مزاج بناتا ہے کہ خدا کی صفتوں میں سے ان دو صفتوں کو خاص طور پر یاد رکھے کہ ہم یہ کام شروع کررہے ہیں۔ اس خدا کے نام سے جو بڑی رحمت والا ہے۔ اور بڑا مہربان ہے یہاں کیا کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ہم یہ کام شروع کررہے ہیں۔ اللہ کے نام سے جو بڑا قوی ہے، بڑا توانا ہے، بڑا قادر ہے، بڑی سلطنت والا ہے، بڑی قدرت والا ہے لیکن یہ ''الرحمٰن الرحیم'' کی صفت اس میں اس لیے داخل کی گئی ہے تاکہ ہماری زندگی اس کے سانچے میں ڈھلے اور ہم یہ سمجھیں کہ خدا جس نے ہم کو پیدا کیا اور جو ہمیں زندہ رکھے ہوئے ہے اور جو ایک ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دے رہا ہے، ایک ملک میں ہمیں بسایا ہے۔ اور ایک جگہ ہمیں پیدا کیا ہے، وہی کھلاتا ہے وہی پلاتا ہے۔ وہ خدا جس کی یہ شان ہے وہ تو ہے ہی لیکن ''الرحمٰن الرحیم'' بڑی رحمت والا اور بڑا مہربان اور بڑا ہی شفیق ہے تو وہ اس سے ہماری زندگی کا رخ متعین کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا رخ رحمٰن کی طرف ہو ہم نہ سمجھیں کہ ہم جس خدا کے بنائے ہوئے ہیں جس خدا کے بندے ہیں، جو خدا ہمیں کھلا رہا ہے، پلا رہا ہے، ہماری حفاظت کررہا ہے اور پھر اس نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ بسایا ہے وہ ''الرحمٰن الرحیم'' ہے بڑی رحمت والا، بہت بڑا مہربان ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی پیروی کرو اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو بندے اختیار کرسکتے ہیں جو Character بنا سکتے ہیں اس Character میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان صفتوں کو جگہ دی گئی اور اسی طرح سورۂ فاتحہ۔ الحمدللہ رب العالمین میں کیا کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا، یہ وہ چیزیں ہیں جب کوئی چیز بہت زیادہ کان میں پڑتی ہے، ہر وقت سنائی دیتی ہے، اذان ہی ہے۔ کیا اذان کوئی نہیں سنتا، لیکن اذان پر، اذان کے الفاظ پر، اذان کے معنی پر غور کرنے والے کتنے ہیں، کسی چیز کا علم ہونا،

آسان ہوجانا، قابو میں آجانا، ہر وقت سننا اور ہر وقت اسے دیکھنا، وہ ایک حجاب بن جاتا ہے، ایک پردہ بن جاتا ہے، آپ خیال کیجئے کہ الحمد للہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ رب العالمین ہے سارے جہانوں کا پالنے والا ہے ایک جہان کا نہیں، ایک ملک کا نہیں، ایک سوسائٹی یا ایک ذات کا نہیں، ایک کلاس ایک طبقہ اور ایک درجہ کا نہیں ایک Standard کا نہیں، وہ تو رب العالمین ہے سارے عالموں کا ساری دنیاؤں کا پالنے والا ہے، ہماری دنیا، ستاروں کی دنیا، آسمانوں کی دنیا اور پھر کہاں کہاں کی دنیا، کتنے براعظم، کتنے ملک، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ کے نیچے ہیں، لہٰذا ہمیں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ہم رحمت کو، ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہونے کو، ایک دوسرے کو دیکھ کر اس کو اپنا بھائی سمجھنے کو، اس کی ضرورت پوری کرنے کو، اس کی تکلیف دور کرنے کو اور اس کے غم و رنج میں شریک ہونے کو اپنا فرض سمجھیں اور یہ سمجھیں کہ یہ خدا کی شان اور خدا کی صفتیں ہیں ہمیں ان کو اپنا Ideal بنانا چاہئے، اپنا پیشوا اور اپنا رہنما بنانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا'' زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو، اس کے بنانے کے بعد، کسی کو اپنا گھر بگڑتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں آتا۔ کہ کوئی اس کے بنائے ہوئے گھر کو بگاڑ دے۔ ایک معمولی سی چیز ہے اگر بچہ بھی ذرا سا لکھے اور کوئی اس کو مٹا دینا چاہئے، پھاڑ دینا چاہے تو بچہ کو بھی غصہ آئے گا، اور ایسے ہی کوئی اینٹ پر اینٹ رکھ دے، کوئی معمولی سا کام کرے چاہے وہ سفر میں ہو یا حضر میں اور اس میں کوئی دخل دے اور دست درازی کرے اور اس کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑے تو اس کو گوارہ نہیں، تو پھر وہ خدا جس نے یہ دنیا پیدا کی اور اس شان سے پیدا کی اور کتنی وسیع پیدا کی اور کتنی طویل اور عریض اور کتنی طویل العمر پیدا کی تو اس کے بگاڑ کو خدا کیسے پسند کرسکتا ہے، یہ دنیا اس کی بنائی ہوئی ہے وہی اس کو چلا رہا ہے، وہی اس کا مالک ہے، وہ اپنے گھر کو بگاڑنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے، آپ دیکھئے کہ ہمارا اور آپ کا گھر ہی کیا، میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یہاں کے بڑے بڑے جو مرکزی حکمراں ہیں اور دارالسلطنت Capital ہے اور بڑے بڑے حکمرانوں کے محل ہیں خدا کی اس دنیا کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے، اگر آپ ان میں ذرا سی اینٹ توڑنا چاہیں۔ اگر اس میں درخت لگا ہوا ہے اس درخت کو کاٹنا چاہیں تو کوئی اس کو گوارہ نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ غیور ہے جو سب سے زیادہ قادر ہے اور جو سب زیادہ عزت والا ہے، وہ اپنے گھر کے بگاڑ کو کیسے پسند کرے گا، لیکن آج کیا ہو رہا ہے آج ہم اسی گھر کے رہنے والے اپنے ہاتھوں اس گھر کو ہم تباہ کر رہے ہیں اور یہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی گھر اکیلا محفوظ نہیں رہ سکتا، کوئی گھر اگر شیشہ کا بنایا ہوا ہے، لوہے کا بنایا ہوا ہے، اور ہزار اس کے تحفظ کا سامان کیا جائے، اس کے علاوہ اور بھی جو اس کے تحفظ کے ذرائع ہو سکتے ہیں وہ سب کئے جائیں کہ ہاتھ لگانے سے آدمی کا ہاتھ کٹ جائے اور اس میں اور زیادتی کرنے سے آدمی کی جان چلی جائے تب بھی کوئی گھر اس طرح محفوظ نہیں رہ سکتا، آپ کو معلوم ہے کہ جب لوگ اٹھتے تھے فوجیں نکلتی تھیں تو پھر ملک کے ملک الٹ پلٹ ہو جاتے تھے، اس میں نہ بادشاہ کا گھر بچتا تھا اور نہ کوئی کسی صدر جمہوریہ کا گھر بچتا تھا، نہ کسی بڑے دولتمند کا گھر بچتا تھا، نہ کسی حکیم و دانا کا گھر بچتا تھا، تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ یہ پورا ملک ہمارا گھر ہے۔ ہم سب اس کے رہنے والے ہیں، ہم اپنا گھر محفوظ رکھ ہی نہیں سکتے چاہے اس کے باہر شیشہ کی دیوار بنادیں یا لوہے کا بڑا حصار بنادیں۔ اس کو روکنے کے لیے جو طریقے ہوتے ہیں سب کریں، تب بھی جب موسم خراب ہوگا تو اس گھر پر بھی اثر پڑے گا، جب کوئی زلزلہ آئے گا تو اس گھر پر بھی اثر پڑے گا، جب زور کی بارش ہوگی تو وہ گھر بھی متاثر ہوگا اور

جب لوگوں کے اخلاق خراب ہوں گے اور لوگ کسی کی عزت کو عزت نہیں سمجھیں گے، جان کو جان نہیں سمجھیں گے اور یہ سمجھیں کہ بس ہم محفوظ رہیں، ہمارے گھر کے بچے گھر والے محفوظ رہیں، باقی جو کچھ ہو جائے تو ان کا گھر بھی محفوظ نہیں رہ سکتا دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے جو Universal History ہے History of the Word ہے آپ The کی کتاب Gibbou History Dee and Fall of Roman Empair کو پڑھئے۔

دیکھئے کہ ظلم کس طرح شروع ہوا تھا، اس سے کتنی بڑی رومۃ الکبریٰ جو دنیا کا سب سے بڑا Empair تھا جس کا Roman Law آج تک مشہور ہے اور مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور جس کی تہذیب آج تک برطانیہ، امریکا، اور پورے یورپ پر آج بھی سایہ فگن ہے تو اس ملک کا یہ زوال اس کا یہ Decline and Fall کیسے شروع ہوا۔

یہ اسی طرح کی زیادتیوں سے شروع ہوا، انسان کی ذات کی کوئی قیمت نہیں، مال کی کوئی قیمت نہیں، ایک معمولی بات جو انھوں نے لکھی کوئی امیر آدمی اگر کوئی دعوت کرتا اور وہ سوچتا کہ اگر میں چراغ جلالوں اور شمع جلالوں تو مجھ میں اور ایک معمولی آدمی میں کیا فرق ہے تو وہ روشنی کیسے پیدا کرتا۔ آج بھی یورپ میں اصل کھانا جو ہے، ہم نے انگلینڈ میں دیکھا ہے، لندن میں اور دوسری جگہوں پر رات کا کھانا اصل کھانا ہوتا ہے۔ اور اسی میں وہ سب سیاسی باتیں ہوتی ہیں، مشورے ہوتے ہیں اور اسکیمیں تیار ہوتی ہیں، اور جب امیر آدمی اپنے یہاں دعوت کرتا تھا تو بجائے چراغ جلانے کے شمع جلانے کے جیل خانے سے قیدیوں کو بلوا کر اور منگوا کر ان کے کپڑے میں آگ لگا دیتا تھا، انکے کپڑے جلتے رہیں اور وہ خود جلتے رہیں اور ہم کھانا کھاتے رہیں۔ یہ فیشن تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا کسی کی بڑائی کا تو یہ کتنا بڑا ظلم تھا پھر اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ وہ ان کو جانوروں سے لڑواتے تھے اور جس وقت جانور ان کو گرا دیتا اور آدمی کی جان نکلنے لگتی تو اس کی سسکی سننے کے لیے ان کی کراہ سننے کے لیے اس طرح ریلا ہوتا تھا کہ پولیس اور فوج بھی نہیں روک سکتی تھی۔

جب انسان کی فطرت اتنی بگڑ جاتی ہے، اتنی مسخ ہوجاتی ہے تو پھر وہ ملک سلامت نہیں رہتا وہ پوری سوسائٹی، پوری نسل، سب کی سب تباہ کردی جاتی ہے۔

میرے بھائیو! یہ مذہب جو سب سے بڑی تعلیم دیتا ہے وہ خدا کی پہچان کے بعد اس کی ایکتائی اس کے قادر مطلق ہونے کے بعد یہ کہ انسانوں کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ، آدم کی اولاد کے ساتھ مہربانی کرنا اور ان کو دیکھ کر خوش ہونا ان کی ترقی سے، ان کی صحت سے ان کی دولت سے خوش ہونا اور ان کی مدد کرنا، لیکن جب یہ بات چلی جائے تو پھر پوری کی پوری تہذیب (Civilization) پورا Culture اور پورا جتنا بھی وہ پہلے ترکہ میں ملا ہے ——— وہ سارا کا سارا تباہ کردیا جاتا ہے اور مٹا دیا جاتا ہے آپ تاریخ میں دیکھئے کہ دنیا میں جتنے ملک ہیں جتنی تہذیبیں ہیں (Civilization) ہیں اور جتنے بڑے بڑے Empires ہوئے ہیں وہ سب کے سب مٹ کر رہ گئے ان کا نام رہ گیا ہے۔

تو سب سے زیادہ جوڑنے کی بات ہے وہ ظلم و زیادتی ہے، غرور و تکبر ہے اور اپنے چھوٹے سے مقصد کے لیے بڑے بگاڑ کو پسند کرنا ہے، یہ بگاڑ ہمیشہ چل نہیں سکتا اور کوئی گھر ایسی حالت میں محفوظ نہیں رہ سکتا کہ دوسرے گھر محفوظ نہ ہوں، یہ سمجھ لیجئے چاہے وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، خدا کا قانون یکساں ہے، ایک بادل چھایا ہوا ہو، اوپر سے ایک شامیانہ تنا ہوا ہو، وہ شامیانہ محبت کا ہو، وہ شامیانہ امن و امان کا ہو، وہ شامیانہ اعتماد کا ہو ایک دوسرے پر Confidence کا ہو یعنی یہاں تک یہ بات ہو کہ آدمی اپنے مال کے متعلق بھی یہ سوچے کہ کوئی ڈرنے کی بات نہیں، ایسی Society ہونی چاہئے۔ وہی ملک سب سے زیادہ خوش قسمت، سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ قابل مبارکباد ہے کہ جہاں کے لوگ چور کی چوری سے نہ ڈریں اور دھوکہ دینے سے نہ ڈریں بے رحمی اور سنگدلی سے نہ ڈریں اور یہ سمجھیں کہ یہ سب بھائی ہیں، ایک کنبہ ہے، ایک فیملی ہے، یہاں کسی ڈر کی ضرورت نہیں اور خاص طور پر ہمارا ہندوستان تو اس کا بہت زیادہ مستحق تھا، یہ تو رشی اور منیوں کا ملک ہے، یہ صوفیہ کا ملک ہے یہ تو خدا کے ان بندوں کا ملک ہے جنھوں نے صالح محبت کا پرچار کیا، محبت کی تعلیم دی محبت کر کے دکھایا۔ محبت کا سب کو سبق پڑھایا اور یہ سبق سکھایا کہ ہر انسان کو دوسرے انسانوں کو دیکھ کر خوش ہونا چاہئے کہ یہ ہمارا بھائی ہے، اس ملک میں تو خاص طور پر یہ بات ہونی چاہئے۔ بلکہ دوسرے ملکوں کے لیے اس ملک کو مثال بننا، نمونہ بننا چاہئے تھا۔ مگر افسوس ہے جیسے شاعر نے کہا ہے۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

باہر سے کوئی شعلہ نہیں آیا، باہر سے کوئی چنگاری تک نہیں آئی۔ ہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ یہاں کے رہنے والوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے، یہ Communal Riots یہ دھوکہ اور یہ بے رحمی کی باتیں، سنگدلی کی باتیں اور یہ فرقہ وارانہ فساد یہ سب یہاں کے لوگوں کے کرتوت ہیں ان کی کمزوریاں ہیں باہر سے کسی نے آکر یہ سبق نہیں پڑھایا، نہیں سکھایا۔ اور اگر کسی نے سکھایا تو اس کے سکھانے کی کوئی حیثیت نہیں تھی یہاں کے جورشی اور منیوں نے زندگی گذارنے کا طریقہ سکھایا، اور انھوں نے اس میں ساری عمر فنا کردی، محبت کا سبق دیا، اور انسانیت کی حفاظت کرنا اور انکے ناموس کی حفاظت کرنا اور عورتوں کی عصمت وعزت اور ان کی آبرو کی حفاظت کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کا حق دینا اور اسی طریقہ سے کمزوروں پر رحم کرنا یہ سب چیزیں ہمارے بزرگوں نے سکھائی ہیں۔

آپ کتابوں میں دیکھئے تاریخ بھری پڑی ہے کہ انھوں نے کس طریقہ سے یہاں پر رحم کا اور محبت کا سبق دیا تھا، اور جہاں تک آسمانی مذہب کا تعلق ہے خدائی تعلیم کا تعلق ہے، وہ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہی ہوتا ہے تاکہ آپ سبق لیں کام کرنے والا سبق لے کہ ہم جو کام شروع کررہے ہیں وہ اس خدا کے نام سے شروع کررہے ہیں جو رحمان اور رحیم ہے، قہار کہا جاسکتا تھا، قوی کہا جاسکتا تھا، جبار کہا جاسکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے الرحمٰن الرحیم کو بسم اللہ میں کیوں داخل کیا بسم اللہ کو اس کا جزء کیوں بنایا تاکہ ہم اس سے سبق لیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت جو سب پر غالب ہے اور حاوی ہے اور جو سارے جہاں کی حفاظت کرنے والی ہے وہ رحمت کی صفت ہے اس رحمت کی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے دوسرے کی عزت وناموس کو اپنی عزت وناموس سمجھنا چاہئے، دوسرے کی ملکیت کو اس کے مال کو اپنے بھائی کا مال سمجھنا چاہئے۔ اس کی حفاظت کرنا چاہئے اور کم از کم ہندوستان کو تو اس بارے میں وہ Leading Part ادا کرنا چاہئے تھا کہ تمام ملکوں میں اس سے سبق لیا جاتا اور اس کو استاد مانا جاتا۔ اور یہاں کے لوگوں کو بلایا جاتا یورپ میں دعوت دی جاتی، امریکہ میں دعوت دی جاتی کہ کسی ہندوستانی کو بلاؤ اور وہ امن کا پیغام دے اور وہ محبت کرنا سکھائے، سب سے زیادہ محبت اور مساوات اس ملک میں پائی جاتی تھی مگر افسوس ہے کہ یہاں بجائے اس کے اپنے عارضی اور حقیر چھوٹے چھوٹے سیاسی مقاصد اور مفاد حاصل کرنے کے لیے یا مالی فوائد حاصل کرنے کے لیے یا عزت ووجاہت پیدا کرنے کے لیے۔ اور کونسل اسمبلی وغیرہ میں منتخب ہونے کے لیے ایک دوسرے سے باہمی منافرت کا سبق دیا جاتا ہے کہ کس وقت ہمارا کام کس طرح نکل سکتا ہے، دشمنی ہو، ایک دوسرے سے عداوت ہو، پھر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے عزت حاصل کرتے ہیں حالانکہ یہ عزت عزت نہیں جس میں ملک کی بے عزتی ہو، وہ کسی آدمی کی عزت نہیں ہوسکتی چاہے وہ کتنا برا ہو، بس آپ کم سے کم یہ طے کرلیں کہ ہم یہ فضا پیدا کریں گے اور اس طرح کا ایک محبت کا شامیانہ ہمارے اوپر تنا ہوا ہوگا۔

آپ بھٹکل کے ہی سب ہندو مسلمان بھائی کم از کم اس کو ایک نمونہ کی جگہ بنائیے، ایک ایسی مثالی جگہ (Model) کہ جس کو دیکھنے کے لیے لوگ باہر سے آئیں اور وہ دیکھیں کہ محبت کا شامیانہ تنا ہوا ہے اور محبت کی فضا چھائی ہوئی ہے اور جہاں پہنچ کر انسانیت کی قدر ہوتی ہے اور یہ دولت، عزت اور وزارت حکومت ساری چیزیں بالکل عارضی اور محدود ہیں اور ان سے کسی ملک کی قسمت وابستہ ہوجائے یا اس کو Ideal مان لیا جائے تو ملک نہیں بچ سکتا، ساری تاریخ بھری ہوئی ہے کہ جہاں پر یہ چیز ہو کہ صرف دولت کی پوجا ہو، اور اپنا مطلب نکالنا مقصود ہو چاہے کسی کا کتنا ہی کیوں نہ نقصان ہو پھر وہاں کی سوسائٹی نہیں رہ سکی وہ خودکشی کرتی ہے، ایک دوسرے کو ختم کرتی ہے پھر اپنے کو ختم کرتی ہے۔ ایک دوسرے کو ختم کرنا اپنے کو ختم کرنا۔

بس بھائیو! ہمارے اس ملک کو خاص طور پر اس میں Leading Part ادا کرنا چاہئے پیشوائی کا جو منصب ہے وہ ہمیں قبول کرنا چاہئے۔ اور اس کی ذمہ داری سنبھالنی چاہئے کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ بنے مگر افسوس ہے کہ یہاں Communal Riots اور یہاں چھوٹے چھوٹے اور حقیر مقاصد کے لئے ایک دوسرے کی عزت وآبرو پر ہاتھ ڈالنا اور جان کی پروانہ کرنا، جان لے لینا اور اس کو تباہ کردینا یہ روزمرہ کا کھیل بن گیا ہے۔ اس سے ہمارے ملک کی بڑی بدنامی

ہوتی ہے ——— ہم سب ایک
رے کے بھائی ہیں اور بھائیوں کی طرح
تے ہیں اس وقت ہندوستانیوں کو سب سے
یادہ اس چیز کی ضرورت ہے اگر یہ چیز پیدا
ئی تو یہ ملک باقی رہے گا، یہ پارٹیوں کے
ل جانے سے وزارتوں کے بدل جانے سے
ی کے مستعفی ہونے سے یا کسی کے الیکشن ہار
نے سے اور اس کو اپنی Majority ثابت
کرنے سے یہ ملک نہیں بچ سکتا، یہ ملک بچے
امن سے، محبت سے پریم سے ایک دوسرے
اعتبار کرنے سے اب یہ کتنے افسوس کی بات
ہے کہ آدمی ایک پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ آدمی
اعتبار نہ کرے، پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ بڑی سے
ولی مالیت کی چیز بغیر کسی ڈر کے چھوڑ جاتے
تھے۔

میں صاف کہتا ہوں کسی میں بھی وہ فضا
یں ہے جو فضا ہونی چاہئے۔ ایک دوسرے
اعتبار کرنے کی اور ایک دوسرے کی عزت
کرنے کی اور اس کی عزت وآبرو سمجھنے کی، مختصر
ات یہ ہے کہ کہ محبت کو عام کیجئے تاکہ آدمی یہ
سمجھے کہ شریف اور پڑھا لکھا آدمی ہے،
مارے ملک کا ہم وطن آدمی ہے، اس سے
رانے کی ضرورت نہیں، جب آدمی اپنے ہم
وطنوں سے ڈرنے لگے تو پھر کیا؟ سانپ اور
بچھو کا موقع کب آتا ہے، وہ کب ظاہر ہوتے
ہیں آدمی کا تو آدمی سے کام پڑتا ہے، ایک محلہ
میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں بعض
اوقات تو ایک ہوٹل میں معلوم نہیں کتنے مذہب
کے لوگ ٹھہرے ہوئے ہوتے ہیں، ایک
اسکول میں کالج میں پڑھتے ہیں، یونیورسٹی
میں، سب میں مختلف مذاہب کے لوگ ہوتے
ہیں، انھیں چاہئے کہ ایک دوسرے کی عزت
کریں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور اس
کی طرف سے مدافعت Defence کریں
اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے، اگر ایسا ہم
کریں گے تو ہمارا یہ ملک چمن بن جائے گا
گلزار بن جائے گا، اور پھر اس دنیا میں اس کا
نام ہوگا اور لوگ اس کو دیکھنے آئیں گے کہ یہ
کیسا باغ وبہار ملک ہے، کیسی محبت وپریم ہے
اور بھائی چارہ کا ملک ہے، لیکن افسوس ہے کہ
اس کے بجائے ہماری شہرت دوسرے ملکوں
میں دوسری طرح ہورہی ہے اور ہمارے ملک
کی جو شناخت ہے جس پر ہمیں فخر تھا وہ جاتی
رہی۔

باقی ص ۲۱ پر

بقیہ: عالمی خبریں

گورنر نے امریکہ کو دھمکی دی ہے کہ اگر امریکہ نے مظلوموں پر بمباری کی تو اس کے نتائج سخت ہوں گے اور عوام امریکہ کے خلاف جہاد شروع کردیں گے، امریکہ کی اس بمباری کی وجہ سے اور زگان صوبہ میں عام افغانی امریکہ سے نفرت کرنے لگے ہیں اور عوام کا کہنا ہے کہ اگر معصوم شہریوں پر بمباری بند نہ ہوئی تو ہم اس طرح لڑیں گے جس طرح سوویت یونین کے ساتھ لڑے تھے، واضح رہے کہ ایک شادی کی تقریب میں امریکی بمباری کے نتیجہ میں تقریباً سو سے زائد افراد شہید ہوئے تھے۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق جرمنی کے اسکولوں میں مخلوط تعلیم کا نظام تعلیمی ماہرین کی نظر میں غیر مفید ثابت ہوا ہے چنانچہ اب جرمنی کے ماہرین تعلیم مختلف مراحل میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کے لئے علیحدہ کلاسوں کے بارے میں غور کررہے ہیں۔

ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ مخلوط کلاسوں میں لڑکیاں اپنی فطری صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے ظاہر نہیں کرسکتیں کئی شعبوں میں فطرتاً لڑکوں اور لڑکیوں میں نمایاں فرق محسوس کیا جاتا رہا ہے۔

وہ عورت جنت میں جائیگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت کا کثرت سے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور خیرات کرنے کا بہت چرچا ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ میں ہوگی۔ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت کا ذکر کم نماز پڑھنے، کم روزہ رکھنے اور کم خیرات کرنے سے کیا جاتا ہے (یعنی صرف فرائض تک محدود) وہ پنیر کے ٹکڑوں سے صدقہ کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے اپنے ہمسایوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ جنت میں جائے گی۔ (بیہقی)

امت اسلامیہ کی عظیم ترین ذمہ داری

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء

دین حق کے پیغام کے پہونچانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر واکراہ کی اجازت نہیں دی، صرف پیغام حق پہونچانے کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے مقابلہ میں ضرورت پڑنے پر ہی طاقت کے استعمال کی تلقین کی اور اس کو جہاد قرار دیا اور حکم دیا کہ اس میں اپنے نفس کی خواہش یا کسی دنیاوی منفعت کو سبب نہ بننے دینا چاہئے ورنہ جہاد کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، جہاد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں یا اپنے جائز دفاع ہی میں صحیح قرار دیا، اسی طریقہ اور اصول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے عمل کیا، جس کے نتیجہ میں ایران وروم، مصر وسوڈان وحبشہ اور دوسرے علاقے بالآخر اس پیغام حق کے سامنے سرنگوں ہوگئے، اور اسلام کی دعوت توحید واطاعت کو کھلے دل سے سمجھنے کے بعد اردگرد کے سارے علاقوں کے باشندے بخوشی اور بطمانیت قلب اس کے سایہ میں آگئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پچاس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ دنیا کا سارا متمدن وباشعور علاقہ اسلام کے عقیدہ ودین کا تابعدار بن چکا تھا، اگرچہ اس سلسلہ میں مخالفین سے کئی جنگیں کرنی پڑیں، لیکن یہ جنگیں زور دستی دکھانے اور اپنے قبضہ کو پھیلانے کے جذبہ سے خالی تھیں، ان کا صرف یہ جذبہ تھا کہ حق کے پیغام کو پہونچانے میں جو رکاوٹ پیدا کرے اور مقابلہ پر آئے اس سے طاقت آزمائی کی جائے، اسی طرح اسلام پر عمل کرنے والوں پر ظلم وتعدی کیا جارہا ہو، اس کو دور کرنے کے لئے حسب ضرورت طاقت کا استعمال کیا جائے اور جس کا حکم قرآن میں اس طرح آیا ہے کہ "مَالَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ" (سورۃ النساء۔۷۵) تم کیوں نہیں اللہ کے راستہ میں جنگ کرتے جبکہ وہ مرد عورتیں اور لڑکے جنھیں کمزور سمجھ کر دبا کر رکھا گیا ہے کہہ رہے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نکال، جس کے رہنے والے ظلم وزیادتی کرنے والے ہیں اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے ہمدرد اور ساتھی بنا اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے مددگار بنا۔ ان کوششوں کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ کا بھیجا ہوا مکمل ضابطۂ حیات اور احکام شریعت لوگوں تک پہونچایا جاسکے تاکہ حجت پوری کی جاسکے، اور امت وسط اپنی ذمہ داری پوری کرسکے اور قیامت کے روز گواہی دے سکے کہ سب قوموں پر حجت پوری کی جاچکی تھی اور سارے انسانوں کے لئے دین حق کو جاننے اور سمجھنے کا وسیلہ مہیا کیا جاچکا تھا اور اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو دین حق جاننے کا موقع فراہم نہیں ہوا تھا، دین حق کو ہر طرف پہنچانے کے ذرائع اس امت کے رہنماؤں نے ہر طرح کے اختیار کیے، تعلیم کے راستہ سے، نصیحت وتربیت کے راستہ سے، اپنی پاکیزہ زندگیوں کے نمونے سامنے لاکر اور دین حق کے جاننے کا ماحول مہیا کرکے اور آخر میں مزاحمت کرنے والوں اور مزاحمت کے لئے طاقت استعمال کرنے والوں سے اسی طاقت اور مزاحمت کے ساتھ نبرد آزمائی کرکے تاکہ دین حق پر عمل کرنے والوں کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو روکا جاسکے اور حق کی بات سننے کی راہ ہموار کی جاسکے۔

راہ دعوت میں دشواریوں کا مقابلہ اور صبر وہمت

اس سلسلہ میں امت مسلمہ کے افراد نے ضرورت کے مطابق اپنی ذمہ داری پوری کی، جس کے راستہ میں ان کو سخت مزاحمتیں بھی پیش آئیں، اور مکر وفریب کے حملوں سے بھی سابقہ پڑا، اور ظلم ودھاندلی کا بھی سامنا ہوا، جس کے واقعات پوری تاریخ اسلامی میں پھیلے ہوئے ہیں اور خاص طور پر یہود ونصاریٰ کے حلقوں سے کئے جاتے رہے ہیں، اس سلسلہ میں امت مسلمہ کو نقصانات بھی ہوئے، اور مخالفانہ کوششوں اور سازشوں سے بہت سے ہدایت یافتہ انسان راستہ سے بھٹکے بھی، اور اس وقت بھی یہ صورتحال دنیا کے مختلف علاقوں میں جاری ہے لیکن دین حق کے پہونچانے کا کام کرنے والے بھی صبر وہمت سے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ان کو کامیابیاں بھی حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

امت کی اہم خصوصیت توسط واعتدال

اس امت کی تین اہم خصوصیات بتائی گئی ہیں، ان میں سے دو خصوصیات اس کا کمال اور اس کی برتری ہے اور تیسری خصوصیت اس کا اعتدال وتوسط ہے، جیسا کہ اوپر کے بیان میں گزر چکا، اس امت کا توسط واعتدال اس کے طریقۂ کار اور خصوصیات میں ہر جگہ پوری طرح نمایاں رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے لے کر اس امت کی تاریخ کے مختلف ادوار میں جن شخصیتوں نے اپنے اہم کردار کا ثبوت دیا ان سب میں توسط واعتدال کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں، ان میں نہ تو افراط رہا کہ بالکل رہبانیت اختیار کرلیں اور نہ تفریط رہی کہ دین ودنیا کے مباح وضروری امور کو نظر انداز کردیں، بلکہ عبادات ہوں یا زندگی کے دیگر معاملات سب میں کامل اعتدال اختیار کرتے تھے۔

اس امت میں جو شخصیتیں مختلف زمانوں میں ابھریں اور بلند مقام کی مستحق ہوئیں ان میں ذوق عبادت اور تقویٰ اپنے پورے معیار کے مطابق پایا گیا ہے، لیکن اس طرح تھا کہ زندگی کے جائز تقاضوں سے ان کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا تھا، اور عزیمت ومجاہدہ کی صفت کسی میں ظاہر ہوتی تو صرف ایک پہلو میں نہیں بلکہ مختلف پہلوؤں میں ظاہر ہوتی کہ ایک طرف عبادت میں کمال ہے تو دوسری طرف لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں پوری محبت وہمدردی اور تیسری طرف حسب ضرورت عمل وجہاد میں بھی شرکت۔ ان معیاری انسانوں کے متعلق صحیح کہا گیا کہ "رهبانا بالليل وفرسانا بالنهار" کہ رات میں دیکھو تو تارک الدنیا انسانوں کی طرح عبادت کرتے ہوئے نظر آئیں گے، اور دن میں دیکھو تو میدان زندگی کے شہ سوار اور فریضہ جہاد میں مشغول، معاصی سے سخت پرہیز کرنے والے اور اعتدال سے کام لینے والے ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال وتوسط کی ترغیب دیتے ہوئے خود اپنی مثال دی، فرمایا کہ میں رات کو عبادت میں جاگتا بھی ہوں، اور آرام کے لئے سوتا بھی ہوں، روزے رکھتے ہوئے بھی دن گزارتا ہوں اور بغیر روزہ کے بھی دن گذارتا ہوں اور ازدواجی زندگی بھی اختیار کیے ہوئے ہوں پھر بھی تم سب سے زیادہ اللہ کا عبادت گزار بندہ ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی کہ "خير الأمور أوسطها" بہتر باتیں وہ ہیں جو درمیانی ہیں، یعنی وہ باتیں جن میں نہ غلو سے کام لیا گیا ہو نہ کوتاہی سے کام لیا گیا ہو، اور وسطیت کے جو معنی بتائے گئے ہیں ان میں یہ خاص پہلو ہے، کہ ضرورت واہمیت کے لحاظ سے اور اسی کے مقدار کے مطابق عمل ہو، یہی وسطیت اور درمیانی طریقۂ عمل ہے۔

مکہ اور مدینہ میں قیام کے الگ الگ طریقہ کار

انہی معنوں میں یہ بھی شمار کیا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی مکی زندگی میں صرف صبر وبرداشت اور قربانیوں سے کام لیا گیا اور حق کے حاملین نے صرف برداشت کیا، مقابلہ نہیں کیا اور یہ سلسلہ تیرہ سال تک رہا، وہاں نرمی کے ساتھ دعوت اور تربیت اخلاق کے طریقہ پر اکتفاء کی گئی، اور مدینہ کی زندگی میں دس سال کو ان حضرات نے نظم وانتظام اور دشمن سے نبرد آزمائی اور دعوت کو دور تک پھیلانے کی کوشش میں گزارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے انہی طریقوں پر عمل کرایا اس طرح مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی برداشت اور صبر وہمت کی مشق بھی ہوگئی اور حالات اور مقامی تقاضوں کے مطابق حکمت عملی پر بھی عمل کیا گیا، اور مدینہ کی زندگی دشمن کے مکر وفریب اور دھمکیوں کا منہ توڑ جواب دینے اور حسب ضرورت بہادری دکھانے میں صرف ہوئی اس طرح مسلمانوں کے طبقۂ اول نے جو طرز اپنایا وہ تمام طبقات کے لئے نمونہ ہے، اسی جامعیت اور وقت اور جگہ کے تقاضہ کے مطابق صبر وبرداشت اور جرأت وہمت دونوں طرح کے طرز پر عمل

کرتے ہوئے گزاری کہ نہ اس میں افراط تھا نہ تفریط بلکہ توازن اور توسط تھا، اسی کے ساتھ عملی اخلاق اور انفرادی زندگی میں احتیاط وتقویٰ عمل صالح کی تلقین، معاشرہ کے اندر آپس کی خیر خواہی، کمزوروں کی مدد، بڑوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، مصیبت زدگان کی مدد، مریضوں کی عیادت اور ہمدردی، ایک دوسرے کے ساتھ انکساری، آپس میں محبت، اخلاص ومروت، دشمنوں کے ساتھ جرأت حق کے خلاف کام کرنے والوں سے سختی، حق کی حمایت میں عزم وہمت، انسانوں کی ہمدردی میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح جیسی صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات میں ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں باتوں کی اپنی امت کو تلقین فرمائی اور ان پر اپنے ساتھیوں کو عمل کرنے کی عادت ڈلوائی اور اس طرح ان اوصاف کو اپنے بعد آنے والے افراد امت کے لئے دین واخلاق کا اسوہ ونمونہ بنادیا، جو بعد میں آنے والے منتخب مسلمان دینی رہنماؤں میں عموماً پائے جاتے رہے اور ان کا یہ طرۂ امتیاز رہا، اور یہی کردار قوموں کی رہنمائی اور ان کی نگرانی کے کام میں ان کا طرز عمل رہا۔

امت اسلامیہ کی عظیم ترین ذمہ داری

قوموں کی اصلاح کی فکر اور دین حق کی طرف ان کو مائل کرنے کی کوشش اس امت کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ" (سورۃ الانفال۔۷۳) یعنی حق سے انکار کرنے والے ایک دوسرے کے متعاون اور دوست ہیں، تم نے اگر اپنا کام نہیں کیا تو زمین پر بہکانے کا اور برائی کے لئے لبھانے کا ایک سلسلہ ہوگا، اور بڑا بگاڑ پیدا ہوجائے گا، اس لئے ساری دنیا کی اصلاح اور درستگی کی کوشش ان مسلمانوں کی ذمہ داری بنادی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس عمل کے سلسلہ میں دنیا کے مختلف حصوں سے ان کا رابطہ قائم ہوجانے کے بعد وہ دین واخلاق کے تعلق سے ساری دنیا کے عمل اور ردعمل سے واقف ہو رہے ہیں اور اسی بنا پر وہ ان کے بارے میں قیامت کے روز صحیح گواہی دینے والے ثابت ہوں گے، ان کی یہ امتیازی شان جو اللہ کی طرف سے ان کو دی گئی ہے، اور اس کو وسطیت سے تعبیر کیا گیا ہے، ان کے لئے محض تمغۂ امتیاز نہیں بلکہ یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے، ان کی یہ عظیم ذمہ داری جس میں تمام انسانوں کی خیر خواہی اور ان کے متعلق عند اللہ گواہی کا فریضہ ادا کرنا ہے۔

ایمان وعمل صالح کا اعلیٰ کردار

اس کام کے لئے خود اس امت کو اپنا کردار اسی معیار کا بنانا ضروری رہا، جو اس بلند مقام کے لائق قرار پاسکے، اس لئے جہاں یہ ذکر ہے کہ تم اچھی باتوں کی ہدایت کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو وہاں یہ ذکر بھی آیا "وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" کہ تم حق کو دل سے مانتے ہوئے ایمانی زندگی اختیار کرتے ہو۔

فرض منصبی کی ادائیگی کا شاندار کردار

اس امت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اس امت میں مسلسل اور اس کے مختلف علاقوں میں ایسی ایسی عظیم شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں کہ جو ایمان وعزیمت کے معیاری کردار کے حامل رہی ہیں، اور جب جب انسانی زندگی میں دینی واخلاقی بگاڑ پھیلا ہے اس امت میں سے کوئی شخصیت قد آور بن کر سامنے آگئی، اور ایمان وعزیمت کی خصوصیت کے ساتھ انسانوں کی اخلاقی وذہنی بلکہ انسانی وفکری رہنمائی واصلاح کا ایسا زبردست کام انجام دیا کہ جس کی مثال صرف نبیوں کے یہاں ملتی ہے۔ وہ نبی تو نہ تھے کیونکہ نبوت آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی ہے، لیکن انھوں نے اپنے کردار اور سیرت سے نبیوں کا نمونہ پیش کیا، ان کو خدا کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے نبیوں کے طریقہ کی توفیق کی دعا کریں اور یہ دعا ان کو سورہ فاتحہ میں پڑھنا بتایا گیا ہے جو نمازوں کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے کہ اے اللہ ہم کو سیدھی راہ عطا فرما ایسی راہ جو ان لوگوں کی ہے جن پر تیرا انعام ہوا، اور ایک جگہ یہ دعا بتائی گئی "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" کہ ہم کو پرہیزگاروں کا امام ومقتدیٰ بنا۔

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پھر ان کے بعد متعدد تابعین، پھر تبع تابعین، جن میں نمایاں طور پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، پھر بعد کے

لوگوں میں ائمہ حدیث وائمہ فقہ، ائمہ تزکیہ وتصوف، عظیم غازی ومجاہد جنھوں نے اسلام کے صحیح اصول اور مسلک کے مطابق جہاد کی مثالیں قائم کیں، خدمت علم کے میدان کے عظیم شہسوار اور اس طرح کی دوسری عظیم تاریخی شخصیتیں گذشتہ تاریخ اسلام میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔

تبلیغ دین ودعوتِ حق عالمی سطح پر

امت کے ان کارگزاروں نے خدائے واحد کی بندگی اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت کے پیغام کو دور دور تک پہونچایا، انسانی آبادی کا کوئی اہم علاقہ ایسا نہیں بچا جہاں ان میں سے کسی نہ کسی کے قدم نہ پہونچے ہوں اور جہاں یہ کہنے کا موقع رہ گیا ہو کہ ہم تک کوئی پیغام نہیں لایا، اور ہمارے یہاں کوئی بتانے والا نہیں پہونچا اس امت کی یہ ذمہ داری ان پر رکھی گئی کہ اپنے کو اس پیغام خداوندی پر عمل کے مطابق ڈھالتے ہوئے دوسروں تک وہ پیغام پہونچائیں اور اس پر نظر رکھیں کہ لوگوں نے کہاں تک مانا، یہی منصب اور کام قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر ہے کہ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (آل عمران۔۱۰۴) کہ تم میں ایک جماعت (امت) ایسی ضرور رہنی چاہئے جو اچھائیوں کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اور یہی لوگ اصل کامیابی والے ہیں، اس آیت میں اس بات کی گنجائش رہ گئی ہے کہ امت کے معتد بہ افراد اگر اس ذمہ داری کو انجام دے رہے ہیں تو وہ فریضہ انجام پارہا ہے اور یہ فریضہ انجام دینے والے ہی لوگ کامیاب ہیں، اور یہ فطری بات بھی ہے کہ امت کے ہر ہر فرد پر ذمہ داری نہ ہو کیونکہ امت کے ہر فرد میں بشری وجسمانی صلاحیتوں میں کمی رہنے کی وجہ سے اس عظیم کام کی لیاقت کا ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن ایک خاص تعداد میں ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے، تاکہ ہر کام انجام پائے، ظاہر ہے کہ یہی لوگ نمایاں لوگ قرار پائیں گے، ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ ہی سے اس کی مثالیں ملتی ہیں، انھوں نے جہاں صرف محبت اور حسن اخلاق سے یہ کام انجام پاتا دیکھا وہاں اس طرح انجام دیا، اور جہاں ہمت وجرأت اور دفاع کی ضرورت پڑی وہاں اس طرح کیا۔ مختلف علاقوں میں ان کو جو فوج کشی ہوئی وہ برائے جنگ وبرائے قتل نہیں تھی، بلکہ اولاً ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر ان کی طرف سے تمام اہم علاقوں کی طرف پیام حق بھیجا گیا جو ان کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کی شکل میں تھا ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کے اہم علاقوں کے سربراہوں کو دعوت دی کہ وہ خدا کی بندگی اور اس کے دیئے ہوئے صحیح راستہ کو اختیار کریں اور اس کی دعوت کو قبول کریں، اور قبول نہ کرنا چاہیں تو اس پیغام کو عوام تک پہونچانے میں رکاوٹ نہ ڈالیں تاکہ حق بات لوگوں تک پہونچ سکے، پھر ان کی مرضی پر منحصر ہے مانیں یا نہ مانیں، کوئی زبردستی نہیں، کیونکہ اسلام میں مذہب کو زبردستی منوانا منع ہے، اگر حق بات پہونچانے سے روکا جائے تو پھر مسلمانوں کو سخت معاملہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ان نہ ماننے والوں کے علاقوں کی طرف مجاہدوں کی جماعتیں بھیجیں کہ وہ ان کو دو باتوں میں ایک بات قبول کرنے پر آمادہ کریں۔

جہاد کی ضرورت اور اس کے اسباب

البتہ ان میں سے جو دونوں باتوں کو نہ مانے، اور دین حق کے داعیوں کی پر امن کوشش میں رکاوٹ ڈالے، اور پیغام حق کو قبول کرلینے والوں کو پریشان کرے اور حق پر عمل نہ کرنے دے اور ان کا طاقت وزور دستی سے مقابلہ کرے تو ان سے اہل حق کو مقابلہ کرکے مذکورہ دو پر امن باتوں میں سے کسی ایک پر مجبور کیا جائے گا یعنی وہ یا تو حق کو قبول کرلیں اور یا حق کے پیغام میں رکاوٹ نہ ڈالیں اگر دونوں میں سے کوئی بات نہ مانیں گے تو ان سے جہاد کیا جائے گا اور ایک بھی بات مان لیں گے تو ان سے کوئی لڑائی نہیں، یہی وہ اصول اور طریقہ ہے جس کے مطابق جنگ کرنے کو اصلاً جہاد کہتے ہیں اور یہ امیر کے تحت کیا جاتا ہے، جس کا انتخاب اسلامی طریقہ سے کیا جاتا ہے، جہاد کے دائرے میں بعض دوسری شکلیں مثلاً ظلم کو دور کرنے، اپنے اوپر حملہ کو پسپا کرنے کو بھی شامل کیا گیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنی خواہش یا محض ذاتی عداوت کی بناء پر نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے جنگ کرنا ہوتا ہے اس میں جان ومال کی قربانی دینا ہوتی ہے، اور اسلامی اصطلاح میں اللہ کے حکم اور

اس کی رضا کے لئے جو جدوجہد کی جائے خواہ پرامن ہو اور خواہ جنگ کی صورت میں ہو، جہاد کے زمرے میں شمار ہوتی ہے، دراصل دعوت اور اصلاح حال اور خدائے واحد کی بندگی اختیار کرنے کے لئے اور اس کے تقاضے کے مطابق جدوجہد مقصود ہوتی ہے، چنانچہ جنگ بھی اس مقصد کے حصول کے لئے اور پرامن ذرائع کے ناکام ہوجانے کی صورت میں رکھی گئی ہے، اور مسلمانون نے ہمیشہ اس کی پابندی کی ہے، بلکہ اسلامی تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ جہاد کی مذکورہ بالا شرطوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں کوتاہی ہوجانے پر مسلمانوں کے امیر نے مفتوحہ علاقہ کو خالی کردینے کا حکم دیدیا، اور مسلمان فوجیں مفتوحہ علاقوں کو چھوڑ کر واپس آگئیں اور علاقے کو اس کے پہلے حاکموں کے حوالہ کردیا، اور پھر وہ دوبرامن صورتیں دوبارہ ان کے سامنے رکھیں، اس کا اثر یہ پڑا کہ انھوں نے بخوشی دوصورتوں میں سے ایک صورت قبول کرلی، اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ جہاد کی نوبت آنے پر فتح کردہ علاقے کے سابق حاکم نے یہ کہا کہ ہم خدائے واحد کی بندگی اور اس کے مطابق زندگی اختیار کرنے کا خود انتظام کریں گے۔ تو ان کو فاتح نے حکومت واپس کردی اور علاقہ چھوڑ کر واپس آگئے اور یہ کہا کہ ہمارا مقصد اصلاً خود حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ اللہ کے دین کو قائم کرنا ہے، وہ تم کرو یا ہم کریں، برابر ہے، تم ہی کرو، لیکن تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وقتاً فوقتاً مختلف مسلمان حاکموں نے اسلام کے مقرر کردہ اصول سے ہٹ کر اپنی ذات کے لئے اور اقتدار کی خواہش میں جنگ کی، اللہ کے دین کے قائم کرنے اور اسکے لئے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق نہیں کی۔ ایسی جنگ جہاد نہیں ہے خواہ اس کو جہاد کا نام دیا گیا ہو، اسلامی شریعت میں جہاد وہ جنگ ہے جو اسلامی اصول کے مطابق اور اپنی خواہش کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے لڑی جائے۔ ایسی جنگ جو اسلام کے مقررہ اصول کے مطابق اور خدا کے لئے نہ لڑی جائے تو وہ جس مقصد کے لئے لڑی جاتی ہے اسی مقصد کے لئے کہلائے گی، اسلام میں غلبہ وفتح حاصل کرنے کا مقصد قرآن مجید کی رو سے اس طرح بتایا گیا ہے۔

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"

(سورہ الحج۔۴۱) کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین پر اقتدار دیدیں تو نماز کے عمل کو قائم کریں گے اور (غریبوں کی مالی مدد) زکوٰۃ دیں گے اور نیکیوں کی دعوت دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے اور تمام معاملات کے نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جہاں تک جنگ کے عمل کا تعلق ہے تو وہ انسانوں کا ایک ایسا عمل ہے جو نیتوں اور مقاصد کے فرق کے لحاظ سے دنیا میں مختلف مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے، اور عموماً اپنا اقتدار بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے لہٰذا جب وہ کسی اعلیٰ فرض سے کیا جاتا ہے تو حقیقت حال سے ناواقف لوگوں کی نظر میں جنگ کرنے والے کی جاہ طلبی اور ذاتی اغراض کے لئے اقتدار طلبی ہی سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ خلوص نیت سے اور انسانیت کے فائدہ کے لئے ہو، لیکن نیتوں کا حال اللہ کو معلوم ہے، اور اللہ کے یہاں نیتوں کے اعتبار ہی سے معاملہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک سوال کرنے والے کے جواب میں وضاحت کی، جس نے یہ سوال کیا تھا کہ بعض لوگ بہادری دکھانے کے لئے اور بعض لوگ جاہ وسلطنت کے حصول کے لئے جنگ کرتے ہیں، ان میں کون سی جنگ اللہ کے راستہ میں ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنگ صرف اس لئے لڑی جائے کہ اللہ کی بات غالب ہو وہی اللہ کے راستے میں شمار کی جائے گی، اس طرح اسلام میں جنگ اسی وقت جہاد بنتی ہے جب وہ اللہ کی بات غالب کرنے لئے لڑی جائے اور اس کا شرعی طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، اور اس کے ساتھ جو شخص مظلوم ہو وہ اپنے اوپر ظلم کو روکنے کے لئے، اور کوئی صاحب حق جس کا حق زبردستی چھینا جارہا ہو اور جس کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ اپنی زیادتی کا بدلہ لینا چاہتا ہو، ان سب کو بھی اپنے حق وانصاف کے لئے لڑنا اور مقابلہ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن صرف اسی مقدار میں جتنی مقدار ضروری ہے۔

اسلام میں جہاد نفس کشی اور قربانی ہے

لیکن اسلام میں جہاد کا عمل جس میں صرف اللہ کے حکم کی تعمیل پیش نظر ہوتی ہے بہادری، فائدہ یا نفس کی خواہش پیش نظر نہیں

ہوتی ایک مشقت کا کام اور ایک قربانی ہے اور اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے، یہ الگ بات ہے کہ خطرہ میں ڈالنے کے بعد نتیجہ اچھا نکلے اور ذاتی فائدہ بھی ہو، لیکن مجاہد اور اپنے نفس کے فائدہ اور محض دنیاوی غرض کو اپنا مقصد نہیں بنا سکتا، اس طرح اسلام میں جہاد ایک نفس کشی اور ذاتی غرض کی قربانی کا عمل ہے، اور سب سے مشکل عمل ہے، اسی لئے اس کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے کہ آدمی اپنے ذاتی فائدہ یا ذاتی جذبہ سے نہیں بلکہ صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال رہا ہے، یہ بڑے ثواب کا عمل قرار دیا گیا ہے، اصل فریضہ انسانیت کی اصلاح ودرستگی کی کوشش ہے، بہرحال خدا کی بندگی اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقہ کو جس کو آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر آخری آسمانی کتاب کے ذریعہ بتایا ہے، اس طریقہ کو پہونچانے اور پھیلانے کے لئے کوشش اور جدوجہد کے جو مناسب طریقے پر چلے جو اس کے مورث حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جاری تھا جس میں صرف ایک خدائے واحد کی بندگی کے علاوہ کسی دوسرے کی بندگی نہ تھی اس کے ساتھ ساتھ اخلاق وکردار کی درستی اور خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً بھیجے جانے والے نبیوں کی پیروی تھی یہی دین حق ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل کردیا گیا، اب قیامت تک انسان کے لئے وہی فلاح کا راستہ رہے گا، اس کو اپنانے اور رواج دینے کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ڈالی گئی ہے، اس طریقۂ حق کو دوسروں تک پہونچانے کے مختلف ذرائع ہیں ان میں سے ایک ذریعہ علم وابلاغ کا ہے، دوسرا محبت وہمدردی کا ہے، اور تیسرا ذریعہ راہ حق میں رکاوٹ ڈالنے والوں اور روکنے والوں سے مقابلہ کرکے اللہ کی مرضیات کا ان کو تابع بنانے یا مصالحت پر آمادہ کرنے کا ہے۔

مقابلہ کے ذریعہ میں قتال یعنی جنگ بھی آتا ہے، اور اصول کے مطابق ہو تو جہاد کہلاتا ہے، حدیث شریف میں مختصر انداز میں اس کا حکم یوں دیا گیا ہے کہ "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان" تم میں سے جو کوئی شخص نامناسب اور بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، ہاتھ سے نہ بدل سکے تو زبان سے کرے (کہہ سن کر منع کرکے یا سمجھا کر یہ تبدیلی لائے) اور اگر اس ذریعہ سے بھی نہ کرسکتا ہو (اس کو خطرہ ہو اور الٹا اثر پڑتا ہو) تو اپنے دل اور خیال وفکر کا ذریعہ اپنائے (دل سے اس کو برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی دل میں خواہش رکھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے (ایمان کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ بری بات کو برا سمجھے اور اس کو بدلنے کی خواہش رکھے)۔

مذہب کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا

بہرحال اس امت کے افراد کی یہ ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ وہ حق کو پہونچائیں، اور باطل کو روکیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" کہ دین حق کو بتانے اور اس کو منوانے میں جبر واکراہ نہیں، لہٰذا کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، ہاں جو دین حق کی بات پہونچانے میں رکاوٹ ڈالیں اور زبردستی روکنے والے ہوں تو ان سے مقابلہ کیا جائے گا، اور یہ بات مجبوراً قتال (لڑائی) تک پہونچادیتی ہے، مگر رکاوٹ نہ ڈالنے والے اور مقابلہ نہ کرنے والوں سے جبر وزبردستی نہیں کی جاسکتی، اس کی مثالیں برابر مسلمانوں کی جنگوں کی تاریخ میں ملتی ہیں، جب بھی صلح کی پیش کش دوسری طرف سے ہوئی تو مسلمانوں نے جنگ ترک کردی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ جو تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ اور قابل پیروی زندگی ہے پوری دعوت حق کے کام میں اور حق کی ترویج ونفاذ میں گزری، نبوت کی ذمہ داری ملنے پر ۱۳ر سال تکلیفیں اٹھا کر اور عداوت وایذارسانی برداشت کرکے یہ کام انجام دیا، پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے کام میں وسعت کی گنجائش دیکھی تو کام کو مزید قوت اور وسعت کے ساتھ انجام دیا، اور پھر اسی طریقہ کو آپ نے اپنی امت کے لئے طے فرمایا اولاً اپنے قریبی علاقوں میں پیغام پہونچایا پھر دور کے علاقوں میں پیغام پہونچایا، اردگرد کے حکمرانوں کو خطوط ارسال کئے جن میں فرمایا کہ خدائے واحد کی تابع داری اور دین حق کو قبول کریں، تو اس میں ہی خیر وصلاح ہے اور یہی راہ حق ہے، تو جب ان کی طرف سے انکار بلکہ سخت اور نامناسب جواب آئے تو آپ صلی

یورپ کے اتحاد اور بقا کے لئے دشمن کا تصور ضروری

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

گیارہویں صدی میں جب یورپ انتشار اور پس ماندگی کا شکار تھا، اقتصادی اور سیاسی بدامنی اور افراتفری کا دور دورہ تھا، اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کا سلسلہ چھیڑ کر اپنے کو متحد کرنے، اور جمود دور کرنے کی کوشش کی، ان جنگوں سے یورپ کو کوئی نمایاں فائدہ تو حاصل نہ ہوسکا، لیکن بیداری کا جذبہ پیدا ہوا، ان جنگوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو نفرت پیدا کی وہ نسل در نسل منتقل ہوتی رہی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ صلیبی جنگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سلجوقی سلطنت کے زوال اور اسلامی سلطنت کی شمالی سرحدوں کی کمزوری کی وجہ سے یورپ میں قسمت آزمائی کا خیال پیدا ہوا، اسی عرصہ میں اس کو راہب پطرس کی صورت میں ایک ایسا خطیب مل گیا، جس نے ساری مسیحی دنیا میں اپنی آتش نوائیوں سے آگ لگا دی، اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک مذہبی جنون کی لہر پیدا کر دی، اسکے علاوہ وسیع و زرخیز اسلامی مملکت پر حملہ کرنے کے اور بھی متعدد سیاسی و معاشی اسباب و محرکات جمع ہو گئے جنھوں نے صلیبی حملوں میں دینی و دنیاوی کشش اور ترغیب پیدا کر دی۔''

(تاریخ دعوت و عزیمت، جلد اول، صفحہ ۲۵۲)

اس کے بعد یہ عسکری یلغار علمی و فکری اور تہذیبی یلغار میں تبدیل ہوگئی، اسلام دشمنی نے پورے یورپ کو متحد رکھا، یورپی سامراج کا عہد شروع ہوا، تو یورپین اتحاد میں پھر اختلافات پیدا ہوئے، اور ایشیا اور افریقہ کے کمزور و ضعیف ملکوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے یورپی ملکوں کے درمیان زبردست کشمکش شروع ہوگئی، خاص طور پر فرانس، پرتگال، اور برطانیہ کے درمیان، اور کمزور ایشیائی و افریقی ملکوں کا اقتدار اعلیٰ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتا رہا، اور اس سیاسی کشمکش اور طمع سے ہندوستان اور جنوبی ایشیا کے ممالک بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

نازیت کے غلبہ و تسلط کی وجہ سے دنیا پھر دو کیمپوں میں منقسم ہوگئی، جرمنی مخالف اتحادیوں اور حلیفوں نے آمرانہ نظام کے خلاف جنگی محاذ کھول دیا، اور ایسی بھیانک جنگ ہوئی جس میں لاکھوں انسانی جانیں ضائع ہو گئیں، نازیت تمام دوسری طاقتوں اشتراکیت، سرمایہ داری، مشرقی اور مغربی طاقتوں کا مشترکہ دشمن اور نشانہ بن گئی، اسی کے ساتھ ساتھ ترکی بھی یورپ کا مشترک دشمن بنا رہا، یورپ نے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے اپنی تمام عسکری، فوجی، اقتصادی اور سازشی طاقت و قوت جھونک دی، خلافت عثمانیہ کے سقوط و زوال اور ترکی پر سیاسی غلبہ حاصل ہوجانے کے بعد یورپین رہنماؤں کو ایک دشمن سے نجات ملی تھی، ایشیا و افریقہ میں اشتراکی نظام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ، غلبہ اور اشتراکیت کا یورپ کے سیاسی مفادات کو چیلنج کرنے کی وجہ سے یورپین ملکوں کے درمیان اختلافات اور فاصلے قائم ہو گئے اور یورپ دو دھڑوں میں منقسم ہو گیا، مشرقی یورپ اور مغربی یورپ، اشتراکیت نے جو سرمایہ دارانہ نظام کی دشمن تھی، مشرقی یورپ کو ایک بلاک کی شکل دی اور اشتراکیت دشمن مغربی یورپ الگ بلاک بن گیا، جو سرمایہ دارانہ نظام اور سامراج کو پسند کرتا تھا، یہ جھگڑے شدید سے شدید تر ہوتے گئے جس نے طویل سرد جنگ کی شکل اختیار کرلی۔

مغربی یورپ نے امریکہ کے تعاون و مدد سے اپنی ساری طاقت و قوت اشتراکی نظام سے جنگ میں لگا دی، کمیونزم یورپ کا پہلا دشمن بن گیا، یہ دشمنی اور جارحیت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ ہر وہ شخص جو اشتراکی میلان و رجحان رکھتا ہو، جمہوری ملک کا دشمن اور غدار سمجھا جاتا تھا، اور اسے K.J.B. کا ایجنٹ خیال کیا جاتا تھا، اسی طرح اشتراکی ممالک ہر اس

اللہ علیہ وسلم نے طاقت کے ساتھ آگے بڑھنے کا اور جہاد کا ارادہ فرمایا، جو احتیاط اور مقرر شرائط کے ساتھ آپ اور آپ کے خلفاء نے آپ کے بعد جاری رکھا، اس طرح پر جزیرۃ العرب میں اور قرب و جوار کے تمام ممالک میں حق کی آواز پہونچا دینے کی راہ نکالی جس نے حق کی بات کو اپنی زندگی میں اختیار کرنے پر رضامندی نہیں ظاہر کی اس پر جبر نہیں کیا، لیکن حق کی آواز کو روکنے والوں سے پوری جنگ کی، اور اس میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی اسی مقصد کے لئے مسلمانوں پر قوموں کے احتساب اور ان کے حالات کا جائزہ لے کر ان کو پیغام پہونچانے اور ان تک حق کی آواز پہونچانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور ان کو اس پر گواہ بنایا گیا ہے۔

ضروری وسائل و صلاحیت

دین حق کو پہونچانے کے لئے اور امتوں پر گواہ بننے کی ذمہ داری پوری کرنے اور مفوضہ ذمہ داری کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کی صلاحیت کا رکردگی حاصل کرنے کی ذمہ داری بھی مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے، اس میں ایک تو علمی اور معلوماتی صلاحیت ہے جس کے ذریعہ انسانوں کی اخلاقی و فکری رہنمائی کا کام انجام دے سکے، دوسرے کردار و عمل کے لحاظ سے وہ نمونہ پیش کر سکے جو اس کے امت وسط ہونے کے مقام کے شایان شان ہو اور جس میں خدائے واحد کی بندگی کا معیاری عمل ہو، اور تیسرے انسانی معاشرے میں حق و انصاف اور خیر و صلاح کی قدروں کو رائج کرنے کی کوشش ہو، چنانچہ ان تینوں حیثیتوں سے امت مسلمہ نے بڑا فریضہ انجام دیا ہے اور بڑی ذمہ داری پوری کی ہے اسی طرح علم کے میدان میں بھی غیر معمولی صلاحیت اور کردار کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ وہ کئی صدی تک دیگر قوموں کی استاد رہی اور بڑی حد تک امت وسط ہونے کے تقاضوں اور ذمہ داریوں کو پورا کیا۔

بقیہ: تحفظ شریعت

بورڈ کے رکن نے کہا کہ مولانا کے استقبال سے ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم مولانا کا خوب تعاون کریں، انہوں نے دارالقضاء کے قیام کی طرف بھی توجہ دلائی، مولانا صالح مہدی نے کہا کہ مولانا محمد رابع صاحب میں وہ تمام خصوصیات جمع ہیں جو مولانا علی میاں مرحوم میں تھیں، انہیں ملت اور ملک کا وہ درد حاصل ہے جو مولانا علی میاںؒ میں تھا، ہمیں یقین ہے کہ مولانا اس ذمہ داری کو سب کو اعتماد میں لے کر نہایت خوبی سے انجام دیں گے، مولانا شاہ محمد احمد اشرفی جائسی نے کہا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ تمام مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے، انہوں نے اس پر خوشی ظاہر کی کہ تمام مسلمان شریعت کے نام پر سارے اختلافات بھلا کر ایک پلیٹ فارم پر کھڑے نظر آتے ہیں انہوں نے مولانا کو زبردست مبارکباد پیش کی۔

شہریوں کی طرف سے قاضی عتیق احمد صاحب نے خطبۂ استقبالیہ اپنے میر کارواں کو پیش کیا اور الہ آباد کے نعت گو شاعر جناب انیس پرخاصوی نے نعت پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا جبکہ قاری فاروق صاحب کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا، جلسہ کو پروفیسر انیس چشتی نے بھی خطاب کیا، اور نظامت کے فرائض جناب امین الدین شجاع الدین مدیر ''بانگ حراء'' نے انجام دئے، مولانا کے استقبال کے لئے کئی گیٹ لگائے گئے تھے، اور ان کے استقبال کے لئے تمام مکتبہائے فکر کے لوگ جمع ہوئے تھے، جن کی تعداد ہزاروں کی تھی۔

بمبئی کے قارئینِ ''تعمیرِ حیات'' سے

بمبئی کے قارئینِ ''تعمیرِ حیات'' حضرات سے گذارش ہے کہ ''تعمیرِ حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی
اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

شخص کو اپنے ملک کا دشمن سمجھتے تھے جس کے اندر مذہب اور آزاد معاشرہ کا میلان پایا جاتا ہو، یا غیر اشتراکی ملک سے تعلق رکھتا ہو، اور اسے C.I.A. کا ایجنٹ تصور کیا جاتا تھا، اس الزام میں بہت سے بے گناہوں کو تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا یا سخت ترین سزاؤں سے گزرنا پڑا، اور اپنے جائز حقوق سے محروم ہونا پڑا، اشتراکی ملک میں سیاسی حقوق کے حصول یا آزادی کے حصول کی کسی بھی سرگرمی کو سازش قرار دے دیا جاتا تھا، اور اس کے پس پشت سرمایہ دار یورپین ممالک خصوصاً امریکا کا ہاتھ سمجھا جاتا، اور مغربی یورپ کے اتحادی ملکوں میں ہر مخالفانہ سیاسی سرگرمی کو کمیونسٹ سازش سمجھا جاتا اور اس کے پیچھے روس یا کمیونسٹ چین کا ہاتھ خیال کیا جاتا تھا، ہزاروں بے گناہ ان مخالفانہ و دشمنانہ تصورات کی بھینٹ چڑھ گئے، یہی صورت حال عربی و اسلامی ملکوں کی تھی، تحریک اخوان المسلمین اور احیاء اسلامی کے لئے سرگرم عمل تنظیموں کو امریکا اور اس کی سراغ رساں ایجنسیوں کا ایجنٹ سمجھا جاتا تھا یہ کوئی بہت دور اور ماضی بعید کی بات نہیں ہے بلکہ اسی کی دہائی کے قبل کی بات ہے۔

افغانستان پر سوویت یونین کے حملہ کے وقت دنیا دو کیمپوں میں منقسم ہوگئی، ایک کیمپ سوویت یونین کا مؤید تھا، دوسرا افغان جہاد کا مؤید تھا، افغان جہاد کے امریکہ اور اس کے حلیف ملک مؤید تھے، چنانچہ یاسر عرفات نے جو اشتراکی میلان رکھتے تھے، سوویت یونین کے حملہ کی حمایت کی تھی، جبکہ مغربی یورپ سے نوبل ایوارڈ یافتہ سخاروف نے سوویت یونین کے حملہ کی مخالفت کی تھی اور اس کو جارحیت قرار دیا تھا، اسی وجہ سے سخاروف کو ایوارڈ لینے کے سلسلہ میں باہر سفر کرنے سے روک دیا گیا، امریکہ کے حلیف اسلامی ملک افغانی جہاد کی حمایت کر رہے تھے، جبکہ سوویت یونین کے اتحادی اسلامی ممالک سوویت یونین کے حملہ کی تائید وحمایت کر رہے تھے۔

انڈونیشیا بھی کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام کی کشمکش کا شکار ہوا، اور اس کشمکش کے سبب قتل عام کا شکار ہوا، کیوبا بھی اس کشمکش کا نشانہ بنا، کوریا دو حصوں میں منقسم ہوگیا، شمالی کوریا اور جنوبی کوریا، یمن بھی دو دھڑوں میں بٹ گیا، شمالی یمن اور جنوبی یمن، جرمنی بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا، مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی، حتی کہ برلن کا شہر بھی منقسم ہوگیا اور دونوں کے درمیان دیوار قائم کردی گئی۔

ان ملکوں کی قوموں کو طویل تلخی اور کڑواہٹ کے گھونٹ پینے پڑے، اور یہ مختلف دھڑوں میں بٹ کر آپس میں لڑتے رہے۔

یہی صورت حال چین اور امریکہ کی تھی، چین امریکہ کو ہر روز دھمکیاں دیتا تھا اور امریکہ چین کے تختۂ حکومت کو پلٹنے کے لئے اپنا سارا زور لگاتا رہا، اور فارموسا (Formosa) کے چیانگ کائی شیک کی حکومت کی حمایت کرتا رہا، آخر کار "کیسنجر کے خفیہ دورے کے بعد امریکہ نے چین کو تسلیم کرلیا، چین اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا، سلامتی کونسل میں جگہ حاصل کر لی، اس لئے کہ چین ثابت قدم رہا اور امریکہ کو اس مسئلہ میں اپنی سیاست بدلنی پڑی، جس طرح ویت نام کے مسئلہ میں اس کو جھکنا پڑا تھا، اور امریکہ نے اپنے حلیف فارموسا کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا، اور اس چھوٹی حکومت کو سلامتی کونسل سے نکل جانے پر مجبور کردیا، اسی طرح کیوبا نے امریکہ کی جارحیت کا پامردی وثابت قدمی سے مقابلہ کیا، اور امریکہ کے مقابلہ میں جمارہا، امریکہ اس کو دہشت گرد قرار دیتا رہا، اس دوران اشتراکی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کی جنگ سخت ترین مرحلہ میں داخل ہوچکی تھی جبکہ سرد جنگ مختلف جگہوں پر گرم لڑائی کی شکل اختیار کر رہی تھی، اور دنیا کے دوسرے مختلف ملکوں مثلاً ویتنام، کمبوڈیا، لاؤس، کوریا، انڈونیشیا اور ایشیائی وافریقی ممالک جیسے صومالیہ اور کانگو کے جھگڑے جنگوں میں تبدیل ہوتے رہے، مغربی یورپین ملکوں خصوصاً امریکا نے اپنی ساری طاقت وقوت اشتراکی ملکوں سے جنگ میں لگادی تھی، اور یہ ممالک اس اقتصادی، سیاسی اور فکری یلغار کے سامنے پامردی سے ڈٹے رہے، ان میں اکثر ملکوں نے اپنی بالادستی باقی رکھی اور مغربی سامراجی ملکوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا، حتی کہ کیوبا بھی مطیع نہ ہوسکا جبکہ وہ امریکی طاقت کے نرغے میں تھا۔

سوویت یونین کا سقوط اور اس کے اتحادی ممالک میں انتشار، یہ نتیجہ تھا اس کے افغانستان کے معاملات میں الجھنے کا اور اس کی فوجی مداخلت کا، جس سے اس کی اقتصادی اور عسکری طاقت کو زبردست دھچکا لگا، جس سے

اس کا وقار اور دلوں سے اس کا رعب ودبدبہ ختم ہوگیا، اور وہ زبردست نقصانات سے دوچار ہوا جس سے اس کی اقتصادیات کو غیر معمولی نقصان پہنچا، اس کا عسکری نظام کمزور ہوگیا، اور تسلط وغلبہ حاصل کرنے کی صلاحیت ختم ہو گئی، سوویت یونین کے سقوط اور افغانستان میں اس کی بدنامی ورسوائی کی وجہ سے وہ نظام منقسم اور منتشر ہوگیا جس کو مغربی ممالک امریکہ کی قیادت میں چیلنج کرتے تھے۔

اشتراکیت دشمن ملکوں نے سوویت یونین کے سقوط وبکھراؤ کو اپنی کامیابی سے تعبیر کیا، حالانکہ یہ بہت بڑا مغالطہ تھا اور صورت حال کا غلط اندازہ تھا، مشترک اشتراکی دشمن سے نجات مل جانے کے تصور کی وجہ سے یہ ممالک ایک نئے دشمن کی طرف متوجہ ہوگئے، حالانکہ یہ نیا دشمن وہی پرانا دشمن تھا جس سے یورپ کئی صدیوں تک جنگ کر چکا تھا، اور اس میں یورپ کو کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ملی تھی، صلیبی جنگوں کے طویل تجربہ کی بنیاد پر یورپی رہنماؤں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام ایک ایسی قوت ہے جس کا عسکری قوت سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، لارینس براؤن Lawrnce Braun کہتا ہے

"پہلے ہم یہودی خطرے سے ڈرتے تھے، زرد خطرے (جاپان۔چین) سے ڈرتے تھے اور اشتراکیت سے ڈرتے تھے، لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا، اس لئے کہ یہود ہمارے دوست نکلے، چنانچہ ان پر ظلم کرنے والا ہمارا جانی دشمن ہوگا، پھر دوسری جنگ کے دوران اشتراکی ہمارے حلیف بنے، رہا زرد خطرہ (جاپان۔چین) تو اس سے نمٹنے کے لئے بڑی جمہوری حکومتیں کافی ہیں، لیکن ہم کو حقیقی خطرہ مسلمانوں سے ہے، کیونکہ مسلمانوں کے پاس دوسروں کو زیر کرنے اور اپنی خواہش کے تابع بنانے کی زبردست صلاحیت وقدرت موجود ہے، اور یہ زبردست حیرت انگیز حیات بخش طاقت وقوت کے مالک ہیں۔"

ایک دوسرا مغربی رہنما کہتا ہے:

"میرے خیال میں کمیونزم یورپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ حقیقی خطرہ اسلام سے ہے، جو ہم کو براہ راست چیلنج کر رہا ہے، مسلمان ہماری مغربی دنیا سے الگ اپنی ایک مستقل دنیا رکھتے ہیں، ان کے پاس خالص روحانی سرمایہ ہے اور وہ ایک حقیقی سچی اور تاریخی تہذیب وتمدن کے مالک ہیں، مسلمانوں میں اس کی صلاحیت واہلیت ہے کہ وہ بغیر کسی تعاون ومدد کے ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھ سکتے ہیں، مسلمانوں کے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے صرف اس صنعتی اور ٹکنیکل ترقی کی ضرورت ہے جو مغرب نے حاصل کرلی ہے۔"

یہ تاریخی پس منظر اور بیانات ایک طرف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یورپ اسلام کو اپنا سیاسی، دینی اور ثقافتی دشمن اور حریف سمجھتا ہے، تو دوسری طرف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یورپ کی فطرت خوف و دہشت ہے۔ یورپ ہمیشہ اپنے اتحاد اور زندگی کے لئے کسی نہ کسی ملک یا نظریہ سے متصادم رہا ہے جو اس کے تصور کے خلاف ہو، یا اس کے لئے خطرہ بن سکتا ہو اور اثر ڈالنے کی صلاحیت وقوت رکھتا ہو، یورپ ہمیشہ ایک دشمن رکھتا ہے جس سے وہ برسرپیکار رہتا ہے، غرور وتکبر، چودھراہٹ وہٹ دھرمی اور دوسروں کو مغلوب رکھنا یورپ کی وہ فطرت و ذہنیت ہے جو سائنس اور تہذیب وثقافت کے فروغ اور عام ہوجانے کے باوجود بدلی نہیں ہے، یورپ کے کمزور ہوجانے کے بعد اس کی ذمہ داری اب امریکہ نے سنبھال لی ہے۔

(ترجمہ محمد وثیق ندوی)

بقیہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیکن اب ہمیں چاہئے کہ ہم ایک نیا Model پیش کریں، ہماری زندگی کا اس سے پھر وہ اعتبار، وہ شناخت اور عزت ووقار جو تھا واپس آئے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

Ph:226657
Fit & Co
SETD: 1916
Tailors
Near Sardar Sons
32-33, Nazirabad, Lucknow.

اسلامی مہینوں میں رجب کا مہینہ

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی دنیا میں یہ مہینہ رجب کے نام سے موسوم ہے۔ ایک ضعیف روایت یہ پھیلی ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اسی مہینہ میں ہوئی تھی۔ بہت سے مسلمان اسی روایت کو مان کر اس مہینہ میں طرح طرح کی خوشی کرتے اور بہت سی رسمیں بجالاتے ہیں۔ اول تو یہ روایت ہی ثبوت کو نہیں پہنچی ہے لیکن جولوگ اس کے ماننے ہی پر زور دے رہے ہیں ذرا وہ اپنے دل میں سوچیں کہ اس کے ماننے کے بعد خوشی منانے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے۔ آیا وہی جس کے وہ عادی ہیں یا کچھ اور؟ ایسا نہ ہو کہ ہم خوشی منانے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کر بیٹھیں جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپسند کیا ہوا، اور ہمارے خدا کی ناخوشی کا باعث ہو۔

خوشی منانے کے دنیا میں بہت سے طریقے ہیں۔ بعض قومیں خوشی کے وقت شراب پیتی ہیں، بعض ناچ دیکھتی ہیں، بعض آتش بازی میں اپنا روپیہ پھونکتی ہیں۔ لیکن مسلمان کا کام تو یہ نہیں کہ ان طریقوں سے اپنی خوشی کو ظاہر کرے۔ اس لئے کہ ہمارے سچے مذہب نے ان سب صورتوں کو ہمارے لئے منع کردیا ہے۔ دنیا کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ ان طریقوں سے نمائشی خوشی چند لمحوں کے لئے ہوجاتی ہے لیکن بعد کو رنج و تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور دل کو فرحت و راحت تو ایک لمحہ کے لئے بھی ان طریقوں سے نہیں ہوتی۔ مسلمان کو اتنا ناسمجھ تو نہ ہونا چاہئے کہ اس کی ناسمجھی پر دوسری قومیں ہنسیں اور وہ خود دنیا میں بھی اپنا نقصان کرے اور آخرت میں بھی اس کو شرمندگی اور پچھتاوا ہو۔

مسلمان کو معراج کا مرتبہ تو خدا کے فضل وکرم سے روزانہ حاصل ہوسکتا ہے اور وہ بھی ایک بار نہیں کم از کم پانچ بار۔ اس کی معراج نماز ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں خدا کی حضوری نصیب ہوئی تھی امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائے کریم کی یہ حد سے بڑھی ہوئی مہربانی ہے کہ اس کے ہر فرد کو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ خدا کے دربار میں حاضری کے موقعے ہیں۔ پس جو لوگ واقعہ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مہینہ میں مان کر اس کی زیادہ عزت وعظمت کرتے ہیں انہیں تو واجب ہے کہ اس مہینہ میں وہ خود بھی اس دولت کے حاصل کرنے کی اور زیادہ کوشش کریں اور نماز کو حضور قلب اور جماعت وطہارت کے ساتھ ادا کرنے میں پوری ہمت ومستعدی کو کام میں لائیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے دنیا میں بھی ان کے قلب کو راحت ومسرت حاصل ہوگی۔ سب بھائی بھائی امن اور چین سے رہیں گے اور آخرت میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی دولت ہاتھ آئے گی۔

بہت سے ناواقف بھائی (اور بہنیں) رجب کی پہلی جمعرات کو بہت سی رسمیں بجا لاتے ہیں، اس مہینہ کی بعض تاریخوں میں بہت سی پوریاں پکا کر مٹھائی کے ساتھ ایک خاص مقام پر بیٹھ کر کھانا بڑا ثواب جانتے ہیں اور بعض راتوں کو خوب روشنی کر کے جلسہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ساری باتیں بعض مسلمانوں نے دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی دل سے گڑھ لی ہیں ان میں سے کوئی شئے نہ خدا کی بتائی ہوئی ہے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی۔ بعض بزرگوں نے اس مہینہ میں چند نمازوں کا خاص ثواب لکھا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ رائے بھی صحیح نہیں لیکن اگر صحیح بھی ہو تو بہر حال نماز ہی کی فضیلت رہی۔ باقی تیل، بتی، گھی، شکر، میدہ وغیرہ پر روپیہ پھینکنے کا حکم کسی مستند صوفی، کسی سچے فقیر، کسی صاحب دل نے بھی کہیں نہیں دیا ہے۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ بری رسموں سے دوسروں کو بچائے نہ یہ کہ دوسروں کی بری رسمیں خود اختیار کرے۔

متلاشیان حق کے ایمان افروز واقعات

محمد فرمان نیپالی ندوی

رابطہ عالم اسلامی سے شائع ہونے والے صحیفہ ''العالم الاسلامی'' کی ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ چار مہینوں کے دوران ''جمہوریۂ بنین'' کے ۷۷۲۴ رسات ہزار سات سو چوبیس افراد نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے، اللہ رب العزت نے ان متلاشیانِ حق کو سیدھے راستے کی توفیق بخشی اور ''افریقی مسلمس سوسائٹی'' کے ذریعہ اتنی بڑی تعداد نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ سوسائٹی نے اس سے پہلے ان خطوں میں کئی دعوتی قافلے روانہ کئے ان قافلوں نے کئی مہینوں تک وہاں کیمپ لگایا، رفتہ رفتہ تین ماہ کے اندر اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا، فی الحال نومسلموں کو اسلامی ارکان اور ضروری فقہی مسائل سکھائے جارہے ہیں۔

''بورکینا فاسو'' میں بھی اسی سوسائٹی کے زیر انتظام پانچ دن کے سفر پر ایک جماعت گئی، اس نے ''زوندیگو'' نامی علاقہ کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، رپورٹ کے مطابق یہ وہ علاقہ ہے جہاں مسیحی مشنریوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے، انھوں نے مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کرنے اور صحیح اسلامی شعائر کو ترک کرنے کی خاطر ایک مہم شروع کردی ہے، اور حج وزیارت کے لئے ایک گرجا گھر کی تعمیر شروع کردی ہے۔ لیکن اس ظلمت کدہ میں بھی تقریباً ۶۰ر افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔

ایک برطانوی مفکر ''مارٹن لنجر'' کا قبول اسلام

نومسلم ''مارٹن لنجر'' اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح عیسائی مذہب کے ماننے والے تھے، پشتوں سے ان کا خاندان اسی مذہب پر قائم تھا، ان کی پرورش وپرداخت بھی اسی ماحول میں ہوئی، جب وہ انگلینڈ کی آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبہ لسانیات میں زیر تعلیم تھے تو اسی وقت سے ان کی فکری پختگی کی صلاحیتیں ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں، چنانچہ انہوں نے ادیان ومذاہب کی کتابوں کا مطالعہ بھی شروع کردیا تھا، دوران مطالعہ جب مذہب اسلام کی تصویر ان کے سامنے آئی تو وہ ان کے اندر جاگزیں ہوگیا، انہوں نے اسلام کو ایک ایسا نظام حیات پایا جو عقل ودماغ اور شعور ووجدان دونوں سے ہم آہنگ ہے، ان کا خود بیان ہے کہ ''جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو اسلام کے صاف وشفاف آئینہ میں میری تصویر جھلکتی ہوئی نظر آئی، اور یہ احساس ہوا کہ میں اب تک حقیقی انسان ہوں پہلے میری زندگی بہیمانہ طریقہ پر گذر رہی تھی، اسلام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے انہوں نے مزید کہا کہ قدرت کا فیصلہ میرے حق میں یہ تھا کہ میں دامنِ اسلام سے وابستہ ہوجاؤں، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ کے فیصلہ میں کوئی ردوبدل کرنے والا نہیں''۔

مارٹن لنجر نے الجزائر کے ایک عالم دین شیخ احمد علوی جو سوئزرلینڈ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا، قبول اسلام سے قبل ان کا نام مارٹن لنجر تھا اب انہوں نے اپنا نام بدل دیا ہے، اور لوگوں میں ''ابوبکر سراج الدین'' کے نام سے جانے جاتے ہیں، انہوں نے اپنے قبول اسلام کے اسباب ومحرکات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری شخصیت کی تشکیل اور اسلام سے مجھے قریب کرنے میں ایک نومسلم مصنف کی کتابوں نے کلیدی کردار ادا کیا، ان کا نام شیخ عبدالواحد یحییٰ مصری ہے، ان کی کتابوں کو پڑھ کر میرے اندر ان سے ملنے کا داعیہ پیدا

ہوا، چنانچہ اسی سلسلہ میں، میں نے مصر کا سفر کیا، براہ راست ان سے استفادہ بھی کیا، وہ ایک بڑے عالم دین اور شریعت حقہ پر عمل کرنے والے ہیں، زہد وتقویٰ ان کا شعار ہے، زہد سے دنیا ومافیہا سے عدم استفادہ مراد نہیں بلکہ دنیاوی اسباب ووسائل کو ضرورۃً استعمال کرنا ہے، لیکن قلب کو ان کی آلائشوں سے پاک وصاف رکھنا ہے، مارٹن لنجر نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اس کے بعد فرمایا کہ ''زہد کا یہ معنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے ماخوذ ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کن فی الدنیا کانک غریب أو عابر سبیل ''دنیا میں ایک اجنبی شخص اور مسافر کی طرح زندگی گذارو اور ''إنما أنا والدنیا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکھا ''میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جس نے کسی سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کیا پھر وہاں سے کوچ کر گیا، زہد کے یہی معنی میں نے شیخ عبدالواحد یحییٰ سے سنے ہیں۔

یہ تھے برطانوی نومسلم مفکر ڈاکٹر ابوبکر سراج الدین عرف مارٹن لنجر کے اپنے قبول اسلام سے متعلق تأثرات، اب وہ داعی اسلام کی حیثیت سے اپنے علاقہ میں دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں، ان کا پختہ ایمان ہے کہ مستقبل اسلام کا ہوگا اور ظلم وستم کی تیز وتند آندھیاں رکے بغیر نہ رہیں گی، ہر طرف امن وامان اور انسانیت نوازی کا دور ہوگا، اور دنیا کے چپہ چپہ میں دین حق کے ماننے والوں کی کثیر تعداد ہوگی۔

حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء قاہرہ کے سفر پر روانہ

رابطہ ادب اسلامی شعبہ برصغیر وممالک مشرقیہ کے صدر وناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم رابطہ ادب اسلامی کے سالانہ جلسہ میں جس میں ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے ممالک کے ارکان شرکت کررہے ہیں۔ شرکت کے لئے ۱۲/اگست ۲۰۰۲ء کو قاہرہ تشریف لے گئے، اس جلسہ میں شرکت کے لئے حضرت مولانا دامت برکاتہم کے علاوہ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مولانا سید واضح رشید ندوی صدر کلیۃ اللغۃ العربیہ ندوۃ العلماء اور مولانا نذر الحفیظ ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی شریک ہوئے۔

حضرت ناظم صاحب جلسہ کے بعد حجاز مقدس ہوتے ہوئے واپس تشریف لائیں گے۔ ان کی واپسی انشاء اللہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ہوگی۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال: غیر مسلم کی دعوت میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: دریافت کردہ مسئلہ میں اگر دعوت کے اندر کوئی شرعاً ناپسندیدہ عمل نہ ہو تو شرکت کی جا سکتی ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عورت کی دعوت قبول فرمائی تھی مگر اس نے دھوکہ دے کر آپ کو نقصان پہنچانا چاہا تھا لہٰذا پتہ چلا کہ کوئی منکر نہ ہو تو شریک ہو سکتے ہیں

سوال: غیر مسلم سے تحفہ قبول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ہاں تحفہ قبول کیا جا سکتا ہے۔

سوال: عورتوں کے پاس جو زیور ہوتا ہے اس کی زکاۃ کون نکالے گا عورت یا اس کا شوہر؟

جواب: زیور کی زکاۃ اگر وہ اس کی مالک ہے تو عورت نکالے گی شوہر اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

سوال: فقہ کی کتابوں کو جن میں قرآنی آیات بھی لکھی ہوتی ہیں بغیر وضو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مذکورہ کتابوں کو بغیر وضو کے چھو سکتے ہیں لیکن جب چھوئے تو جس جگہ پر قرآن مجید کی آیت لکھی ہو اس جگہ پر ہاتھ نہ لگائے۔

سوال: قرآن شریف کو رحل پر جھک کر چومنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: قرآن شریف کو چومنا درست ہے اسے برکت اور تعظیم کی خاطر چوم سکتے ہیں۔ لیکن اٹھا کر چومنا چاہئے رحل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہئے۔

سوال: کیا مسجد میں تسبیح پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: تسبیح چلتے پھرتے ہر طرح پڑھ سکتے ہیں۔

سوال. ایک مسجد ویران ہوگئی ہے اس کے سامان کو دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو مسجد ویران ہو چکی ہے اس کے سامان کو کسی قریبی مسجد میں صرف کیا جائے اور مسجد کی جگہ کو محفوظ کر دیا جائے تاکہ بے حرمتی نہ ہو۔

سوال: پیر یا والدین کی قبر کو محبت میں بوسہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: ناجائز اور حرام ہے۔

سوال: کیا نماز آنکھ بند کر کے پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب: ہاں، نماز آنکھ بند کر کے پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر آنکھ بند کر کے خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے تو مکروہ نہیں ہے۔

سوال: بہت سی جائے نمازوں پر خانہ کعبہ کی تصاویر بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ جائے نمازوں کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال: کیا عورت حج بدل کر سکتی ہے؟

جواب: ہاں محرم ساتھ ہو تو عورت حج بدل کر سکتی ہے۔

سوال: بلا عذر نفل حج خود نہ کرے، دوسرے سے کرائے تو یہ حج ہوگا یا نہیں؟

جواب: نفل حج کے لئے عذر شرط نہیں ہے لہٰذا بلا عذر بھی حج دوسرے سے کرا سکتا ہے۔

فرش پر انبیاء کا امام آگیا

شریف مرزاپوری

لب پہ جب بھی محمدؐ کا نام آگیا
جذبۂ دل میں خود احترام آگیا
کفر وظلمت کی تاریکیاں چھٹ گئیں
جب زمیں پر وہ خیرالانام آگیا
سارے عالم میں خوشیاں منائی گئیں
فرش پر انبیاء کا امام آگیا
بھر گیا آج جلووں سے دامن مرا
خواب میں جب وہ ماہِ تمام آگیا
اللہ اللہ نقشِ قدم آپ کا
رہنمائی میں ہم سب کے کام آگیا
ارضِ طیبہ کی جانب کھنچے کیوں نہ دل
میرے سرکار کا جب پیام آگیا
رونقیں دو جہاں کو جہاں سے ملیں
سامنے وہ مقدس مقام آگیا
کس قدر ہے شریف آج مجھ کو خوشی
جب غلاموں میں میرا بھی نام آگیا

مختصر عالمی خبریں

سید معید اشرف ندوی

☆سعودی وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے کہا ہے کہ سعودی عرب مشرق وسطیٰ کے متعلق امریکی صدر بش کے بیان پر امریکا سے وضاحتیں طلب کرے گا، فرانسیسی ہم منصب کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ سعودی حکومت نے صدر بش کے بیان اور فلسطینی قیادت کے ردعمل کا بغور جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ امریکی منصوبے میں کئی اہم باتیں ہیں جن میں مشرق وسطیٰ کا مسئلہ حل کرانے اور آئندہ تین برس میں خود مختار فلسطینی ریاست کے قیام کا وعدہ شامل ہے جبکہ فلسطینی عوام کے باوقار اور آزادانہ طریقے سے زندگی بسر کرنے کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ فلسطینی عوام امریکی صدر کی مطلوبہ اصلاحات کے لئے اپنے طور پر کوشاں ہیں تاہم اصلاحات کا فیصلہ صرف خود فلسطینی عوام ہی کر سکتے ہیں۔

☆ملیشیا کے وزیر اعظم محاصر محمد نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم او آئی سی پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ تنظیم نے اپنے قیام کے بعد سے اب تک کوئی قابل ذکر کارکردگی نہیں دکھائی۔ او آئی سی کے رکن ممالک باہمی اختلافات کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اس تنظیم کو مل جل کر موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ کوالالمپور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ انھیں اس بات پر شرمندگی ہے کہ بہت سے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں او آئی سی کو "Ohllsee" پکار کر اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ موجودہ مسائل میں او آئی سی کی طرف سے وقتاً فوقتاً سخت بیانات آتے رہے ہیں لیکن او آئی سی میں اتحاد نہ ہونے کے باعث دنیا کو اس کی کوئی پروا نہیں اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

☆برطانیہ کے ممتاز اخبار انڈیپنڈنٹ کا کہنا ہے کہ القاعدہ اب بھی ناقابل شکست ہے اور امریکہ اس کے اتحادیوں پر گیارہ ستمبر جیسے حملوں کی تیاریوں میں مصروف ہے اخبار نے اپنے تجزیے میں کہا ہے کہ امریکی فوج نے افغانستان میں القاعدہ کے خلاف زمینی کارروائی شروع کر کے سخت غلطی کی ہے، انھیں القاعدہ کی قوت کا صحیح اندازہ نہیں، اخبار کے مطابق گیارہ ستمبر کے بعد القاعدہ نے دنیا کے مختلف ملکوں میں منظم حملے کئے ہیں اس میں پچاس سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں، امریکی فوج کے ایک سینئر اہلکار نے کہا کہ القاعدہ کے جنگجوؤں نے لڑائی کے دوران ایک مرتبہ بھی ہتھیار نہیں ڈالے اور انھوں نے موت کو ترجیح دی ہے تجزیے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ القاعدہ کا کمیونی کیشن سسٹم نہایت موثر ہے اور ان کے پاس حساس آلات بھی موجود ہیں۔

☆ملیشیا کے وزیر اعظم محاصر محمد نے امریکی صدر بش کی طرف سے شروع کی جانے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ پر کڑی تنقید کرتے ہوئے امریکا کو متنبہ کیا ہے کہ کسی ملک کو دہشت گرد قرار دے کر اس پر حملہ کر دینا صحیح نہیں ہے انھوں نے کہا ہے کہ عراق پر حملہ نہ صرف خطے کا استحکام اور سلامتی کے لئے خطرہ ہوگا بلکہ یہ پوری دنیا کو روایتی جنگ کی لپیٹ میں لے آئے گا۔ کوالالمپور کے قریب لنگ کوائی آئی لینڈ میں افریقی ممالک کے رہنماؤں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے محاصر محمد نے کہا کہ یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ ایک ملک اٹھے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نعرہ لگا کر کسی ملک کے خلاف پوری فوجی قوت استعمال کرنا شروع کر دے۔ انھوں نے کہا کہ دہشت گردی کو ختم کرنے اور روایتی جنگ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ دہشت گردی کے حوالے سے کسی ملک کو اپنا دشمن قرار نہیں دے سکتے۔ محاصر محمد نے کہا کہ عراق پر امریکی حملہ سے دنیا کے روایتی جنگ کی لپیٹ میں آنے کا خطرہ زیادہ ہے۔

☆افغانستان کے صوبہ اورزگان کے

باقی ص ۱۱ پر

تحفظ شریعت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسکو اپنے اندر نافذ کریں

رائے بریلی میں شہریوں کی جانب سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو استقبالیہ

محمد ناصر الندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت کوئی تعریف کی بات نہیں ہے، یہ سخت ذمہ داری کا مسئلہ ہے، اس ملک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور جمہوریت کے نظام میں اقلیت کی آواز کمزور سمجھی جاتی ہے۔ ان حالات میں ہم کو دوسروں سے زیادہ توقع نہیں رکھنا چاہئے اور اپنے مسائل کا حل خود نکالنا چاہئے اور اپنی حفاظت کا سامان خود مہیا کرنا چاہئے ان احساسات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس جلسۂ استقبالیہ کے موقع پر کیا جو رائے بریلی میں مولانا موصوف کو ان کے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہونے پر شہریوں کی جانب سے ہوا، مولانا نے اپنے فکر انگیز خطاب میں کہا کہ امریکہ میں یہودیوں کی تعداد بہت کم ہے، لیکن انہوں نے اسی وجہ سے سو سال پہلے اپنا تعلیمی وتربیتی نظام خود بنانے اور تعلیمی، تربیتی اور مذہبی ضرورت پوری کرنے کے لئے خود انتھک محنت کی اور بڑی خاموشی سے یہ کام کیا اسی فکر کا نتیجہ ہے کہ وہ اکثریت پر بھاری ہیں، دینی مدارس کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو آج یہاں مسلمان ہی نہ ہوتے، انھوں نے کہا ہر چیز کے لئے ضروری ہے کہ معلوم ہو کیونکہ معلوم ہونے پر ہی عمل ہو سکے گا، اس لئے معلومات ضرور حاصل کرنا چاہئے، شریعت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسلامی شریعت کو بدلنے کی کوشش ختم نہیں ہوئی ہے، بلکہ جاری ہے، لیکن یہ شکوہ ہم ان حالات میں کیسے کریں کہ ہماری زندگی شریعت کے مطابق نہیں ہے، ایک مہر کو ہی لے لیا جائے کہ یہ شادی کے بعد عورت کو اخلاقی وواجبی ہدیہ ہے اور اس کی شریعت میں یہ اہمیت ہے کہ شادی سے پہلے شوہر یہ ارادہ کرے کہ وہ مہر بیوی کو نہیں دے گا تو نکاح ہی نہ ہوگا، مگر کثرت سے یہ واقعات پیش آرہے ہیں کہ مہر نہیں دیا گیا، مشکلیں اور مصائب اپنے اعمال سے آتی ہیں، ہم اپنے اعمال ٹھیک کرلیں تو مصیبتیں خود ہی دور ہو جائیں گی۔

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے دائرہ کار کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس کا میدان عمل بہت وسیع ہے ایک طرف حکومت سے سابقہ ہے تو دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر کام کا میدان ہے، کہ وہ اپنے داخلی وخارجی تمام مسائل میں شریعت کو سامنے رکھیں اور شریعت کا علم جاننے والوں سے رجوع کریں، اس کے لئے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ جگہ جگہ دار القضاء کا قیام عمل میں لائے، اور یہ تحفظ شریعت کا بہت بڑا قدم ہوگا، مزید انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم شریعت کے سلسلہ میں غیر مسلم بھائیوں کو بھی واقف کرائیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے ان کی غلط فہمیاں دور ہوں، افسوس ہے کہ ہم انھیں آج تک اذان کا مطلب بھی نہ بتا سکے اور ہم انھیں اسلام کا صحیح پیغام بھی نہ سمجھا سکے، ہم نے اپنے فرض میں کوتاہی کی تو ہم کو مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

انہوں نے اپنی تقریر کے آخر میں صحافیوں کے انسانی جذبہ اور انسانیت دوستی کا ذکر کرتے ہوئے خصوصاً گجرات کے سنگدل واقعات کے سلسلہ میں ان کے رول کی تعریف کی کہ انہوں نے گجرات کے واقعات کو پیش کرنے میں کسی قسم کے بخل اور تعصب سے کام نہیں لیا یہ ملک کے لئے بڑی خوش آئند بات ہے۔

آخر میں انہوں نے تمام شہریوں اور صحافیوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہمارا خیر مقدم کر کے اپنے خلوص ومحبت اور بورڈ سے اپنے تعلق کا ثبوت دیا۔

اس سے قبل ناظم جلسہ امین الدین شجاع

الدین مدیر ''بانگ حراء'' لکھنؤ نے مولانا موصوف کو اقبال کے اس شعر کا مصداق قرار دیتے ہوئے دعوت سخن دی۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی نے بورڈ کی صدارت کے لئے مولانا کے انتخاب کو ملت اسلامیہ کے روشن مستقبل کے لئے نیک فال قرار دیکر انھیں جامع صفات شخصیت قرار دیا۔ انہوں نے رائے بریلی کے علماء ومشائخ خاص طور پر خانوادہ سید احمد شہیدؒ کی خدمات کا ذکر کیا اور رائے بریلی کے باشندوں کو اسلاف کی ان خدمات کے پیش نظر اور حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی صاحب کے تعلق سے اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا کہ وہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی مثال قائم کریں گے، انہوں نے حالات حاضرہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت سخت مشکلات ہم کو درپیش ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر بہت سی بیماریاں آگئی ہیں اس لئے ہم کو چاہئے کہ اس کے صحیح علاج کی فکر کریں، مسلم پرسنل لاء بورڈ کا مزاج اول وقت سے ہندوستانی مسلمانوں کو ان کی تندرستی کی فکر کی طرف توجہ دلانا ہے، انہوں نے مولانا علی میاں ندویؒ کی اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا جو انہوں نے کلکتہ کے ایک بڑے جلسہ عام میں کہی تھی کہ شریعت میں تبدیلی حکومت وقت کی طرف سے ہوتی ہے عدالت کی طرف سے ہوتی ہے قوم ان پر جتنا دباؤ ڈالے گی اس سے ہزار گنا زیادہ آپ پر دباؤ ڈالے گی، گریبان پکڑے گی کہ عدالت میں مسئلہ کیسے گیا، کیا پولیس پکڑ کر لے گئی تھی آپ ہی تو اپنے مسائل علماء سے حل کرانے کے بجائے وکلاء کے پاس گئے اور شریعت کو اہمیت نہیں دی، اس لئے تحفظ شریعت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کو اپنے اندر نافذ کریں انہوں نے کہا کہ پرسنل لاء بورڈ کا کام دو چیزوں سے تعلق رکھتا ہے ایک حکومت اور عدالت سے، اور دوسرے خود مسلم قوم شریعت کے مطابق زندگی گذارے تو ۔۔ر ۔۔ محاذ کا کام آسان ہوسکتا ہے۔

انہوں کے کہا کہ اس ملک میں رنگ ونسل کی جو تفریق ہے عورتوں پر جو ظلم ہوتا رہا ہے، ستی کی جو رسم یہاں رہی علاقائی لسانی منافرت جو ہے ان تمام ظلموں کو ختم کرنے کے لئے اور معاشرہ کو اس سے پاک کرنے کے لئے یہ ادارہ قائم ہوا اس کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش کیا جائے اور شریعت پر پورا عمل کیا جائے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے کہا کہ آج اس وقت ہم یہاں صرف مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کا استقبال نہیں کررہے ہیں بلکہ شریعت پر مسلمانوں کے جمع ہونے اور ایک امیر پر متحد ہونے پر سارے مسلمانوں کا استقبال کررہے ہیں، انہوں نے مولانا موصوف کو ملت اسلامیہ کی متفق علیہ شخصیت قرار دیا، انہوں نے شریعت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مچھلی بغیر پانی کے چند لمحات تک زندہ رہ سکتی ہے، لیکن مسلمان شریعت کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا، انہوں نے کہا کہ جب ہمارا اندرون اچھا ہوگا، تو بیرون خود اچھا ہوجائے گا، اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر شریعت نافذ ہو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا تمام مسلمانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ عبادات میں، اخلاق میں، معاملات میں، تجارت میں ہر چیز میں ان کا طور طریق شریعت کے مطابق ہو۔

مولانا عتیق احمد بستوی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے کہا کہ بورڈ ہندوستان میں مسلمانوں کا سب سے بڑا ادارہ اور اتحاد ملت کی علامت ہے انہوں نے کہا کہ پرسنل لاء کے کام اور دائرہ کار کا اندازہ کم لوگوں کو ہوگا یہ بڑی نزاکتوں کا حامل اور دشوار کن کام ہے۔ ملت نے س سلسلہ میں رہبری اور سربراہی کے لئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا انتخاب کیا ہے جو ان کی بلندی کی دلیل ہے، یہ منصب ان کو ان کی طلب کے بغیر ملا ہے اس لئے اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے چونکہ مولانا کا تعلق اس سرزمین رائے بریلی سے ہے اس لئے علاقہ والوں کی ذمہ داری زیادہ بڑھ گئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ بورڈ کا قیام ۱۹۷۲ء میں عمل میں آیا جس کا اصل مقصد شریعت کا تحفظ اور ظلم کو روکنا ہے، جہیز کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ دباؤ کے ساتھ لیا جاتا ہے، کوئی خوشی سے نہیں دیتا، اور جہیز کی ہی وجہ سے شادی ایک مشکل کام بن گئی ہے، اور اسی وجہ سے کتنی لڑکیاں بغیر جوڑے کے پڑی ہوئی ہیں، اور یہ چیزیں معاشرہ میں بڑے بگاڑ اور برائیوں کو جنم دے رہی ہیں۔

باقی ص ۱۸ پر

مطالعہ کی میز پر

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

تبصرہ کے لئے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

نام کتاب: مقالات خطیب اسلام
مصنف: مولانا محمد سالم قاسمی
صفحات: ۱۳۶، سائز ۸-۲۲×۱۸،
قیمت: -/۴۰ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ دارالمعارف دیوبند ۲۴۷۵۵۴

مولانا محمد سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) کی شخصیت دینی اور علمی اعتبار سے ایک قابل قدر اور اہم شخصیت ہے۔ وہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ انشاء پردازی کا بھی ذوق سلیم رکھتے ہیں۔ ان کی عالمانہ تقریریں اور پروقار تحریریں ملت اسلامیہ کے لئے بہت مفید ہوتی ہیں۔

زیر نظر کتاب مولانا موصوف کے شگفتہ اور دل آویز سترہ (۱۷) مقالات اور خطبات کا مجموعہ ہے جن میں مذہب اسلام کی عظمت، علم دین کی اہمیت، مدارس عربیہ کی ضرورت اور جدید علوم وفنون کی افادیت کو بڑی تفصیل سے عالمانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ سیرت محمدیؐ، عبادت حج اور شہید کربلاء کے موضوع پر بھی مقالات قلمبند کئے ہیں، نیز مولانا قاری محمد طیبؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیتوں اور اپنی والدہ ماجدہ کی حیات وخدمات پر بھی نصیحت آمیز مقالے شامل ہیں۔

مجموعی اعتبار سے یہ گرانقدر مقالات معلومات افزا، نصیحت آمیز اور قابل استفادہ ہیں۔ اور عوام وخواص سب کے لئے نفع بخش ہیں۔

●●●

نام کتاب: ترجمان الحدیث
تالیف: مولوی محمد اسجد قاسمی ندوی
صفحات: ۳۲۰، سائز ۸-۲۲×۱۸
قیمت: درج نہیں،
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

''ترجمان الحدیث'' مولانا محمد افضل حسین صاحب (استاذ دارالعلوم الاسلامیہ بستی) کے مجموعہ حدیث ''ضیاء الطالبین'' کا ترجمہ ہے۔ جسے مولوی محمد اسجد قاسمی ندوی نے مختصر تشریح وتوضیح کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے۔ اس کے اندر تقریباً ڈیڑھ سو احادیث جمع کی گئی ہیں۔ جو زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

''احادیث کے اس مجموعہ میں جو حدیثیں جمع کی گئی ہیں وہ اخلاقی، احکامی اور فقہی نوعیت کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ متنوع احادیث کو جامع ہوگیا ہے۔ کتاب اپنی افادیت کے اعتبار سے عمدہ ہے، البتہ متن حدیث نقل کرنے سے پہلے راویوں کے نام بھی ہوتے تو بہتر ہوتا تاکہ یہ معلوم ہوجاتا کہ حدیثیں فلاں فلاں صحابیوں سے منقول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کتاب اور صاحب کتاب کو قبول فرمائے۔

●●●

نام کتاب: کتاب زندگی
مؤلف: شاہد حسین ندوی
صفحات: ۶۴، سائز ۸-۲۲×۱۸،
قیمت: -/۱۶ سولہ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

مسلمان ہونے کے ناطے ہم اپنی زندگی کے شب وروز کیسے گذاریں اور اپنے بچوں کو اسلامی آداب اور بنیادی تعلیمات سے کیسے روشناس کرائیں؟ اس سوال کا جواب ''کتاب زندگی'' کے اندر آسان زبان میں سوال وجواب کے انداز میں دیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ مختلف اوقات وضروریات کے وقت کی دعائیں بھی بتائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی ضروریات دین کی باتیں بھی مذکور ہیں۔

کتاب اگرچہ مختصر اور چھوٹی ہے لیکن اس سے نوعمر بچوں کو بہت سی مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ اور عام مسلمان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

باری تعالیٰ کتاب کا افادہ عام فرمائے اور صاحب کتاب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

وفیات

مولوی محمد مسعود خاں

سابق وزیر حکومت اتر پردیش

اعظم گڑھ کے مولوی محمد مسعود خاں نئی دہلی میں ایک سڑک حادثہ میں وفات پاگئے انہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق میں گزاری، امانت داری اور دیانت داری ان کا طرۂ امتیاز تھا، ایک عرصہ تک اہم وزارتیں ان کے پاس رہیں، اور وہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ان سے عہدہ برآ ہوئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ بڑا تعلق رکھتے تھے، اور ان سے ملنے کے لئے وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ان کے آبائی قیام گاہ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی آتے رہتے تھے، رائے بریلی شہر سے دائرہ شاہ علم اللہ تک کی سڑک بھی انہی کی بنوائی ہوئی تھی، جمعیۃ العلماء اور مسلم مجلس کے ذریعہ انہوں نے ملت کی خدمت کی اور نہایت نیک نامی کے ساتھ زندگی گزاری، ان کی سادگی کا ایک نمونہ ان کی بیٹی کی شادی ہے جو انہوں نے وزارت کے زمانہ میں نہایت سادگی کے ساتھ کی اور صرف گھر والے شریک ہوئے، وہ نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ مولانا محمد سعید مجددی اعظمیؒ کے چھوٹے بھائی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

مولانا حمزہ شیر پوری

● مولانا حمزہ شیر پوری ایک بڑے فعال عالم دین تھے، ان کی خدمات سے سعودی عرب میں ہندوستانی سفارتخانہ ادھر تین دہائیوں سے مستفید ہوتا رہا، سعودی عرب میں ان کی آمد خادم الحجاج کی حیثیت سے ہوئی تھی، مولانا موصوف اپنے خاندان والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ۸؍جولائی ۲۰۰۲ء کو چھ ماہ زیر علاج رہ کر وفات پاگئے، ان کی نماز جنازہ حرم مکی میں ادا کی گئی، مولانا عبدالسمیع صاحب صادقپوری ان کے داماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ندوۃ العلماء سے بہت ہی خصوصی اور مخلصانہ تعلق رکھنے والے ساؤتھ افریقہ کے شہر جوہانسبرگ کے جناب ابراہیم بھائی پٹیل کے والد محترم کا ۱۱؍اگست ۲۰۰۲ء کو انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قدیم محب مخلص — جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب (رائے بریلی) جو کہ کپڑوں کے تاجر اور ایک دیندار پرہیز گار شخص تھے وفات پاگئے وہ ادھر کئی ماہ سے خاصے علیل تھے، لیکن نمازوں کے اہتمام میں ذرا بھی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ ان کے تین بیٹے ہیں اور تین بھائی ہیں۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔

● مدرسہ مدینۃ العلوم سنبھل کے مہتمم جناب مولانا عبدالمؤمن صاحب ندوی کی والدہ صاحبہ جو کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد مولانا محمد زکریا صاحب سنبھلی کی چچی تھیں حال ہی میں رحلت فرماگئیں۔ رحمہ اللہ وغفرلہ۔

● مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی کے استاد مولوی دوست محمد صاحب کی والدہ بھی انتقال فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● حاجی عبدالرحیم میانجی ساجی صاحب کافِ اولپیا بمبئی کا اگست کے پہلے ہفتے میں چند مہینوں کی علالت کے بعد انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم تعمیر حیات اور ندوۃ العلماء کے خیر خواہوں میں تھے۔ قارئین سے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی درخواست ہے اور صاحبزادگان کے غم میں ادارۂ تعمیر حیات برابر کا شریک ہے۔

یہ اطلاع مولوی عبداللہ علاء الدین ممبئی نے دی۔ (م۔ح۔ن)

کامل ترین مومن کی تعریف

سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہیں جن کا سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہو۔ (رواہ ترمذی)

مگر وجہ سکونِ قلب تیرا نام ہے ساقی

مجیب احمد صدیقی کرنیل گنجوی

ترے رندوں پہ افتادِ جہاں ہر گام ہے ساقی
بچھا ہر سمت ہر سنگ زمیں اک دام ہے ساقی

مدافعت نہیں اب منزل اقدام ہے ساقی
حصول عظمت رفتہ ہمارا کام ہے ساقی

مناظر مجھ کو دکھلایا زمانے نے بہت پھر بھی
تصور میں ترا ہی روئے دلآرام ہے ساقی

گرا ہوں گو کہ ہر جانب سے آلام و مصائب میں
مگر وجہ سکونِ قلب تیرا نام ہے ساقی

میرا ایمان اس درجہ ہے پختہ ذات پر میری
جو تو کہہ دے صبح کو شام ہے تو شام ہے ساقی

نچھاور کرنا تجھ پر جان و فرزندان و مال و زر
یہی ایمان کامل ہے یہی اسلام ہے ساقی

ترے ہی میکدے سے سب کو ملتی ہے مئے وحدت
ترے ہی لب پہ زیبا بھی صدائے عام ہے ساقی

جسے کرنا ہو گر فکر و نظر تطہیر وہ کرلے
کہ تا بہ حشر جاری تیرا فیض عام ہے ساقی

ہوا جب سے تری چشم خمار آگیں سے وابستہ
کہاں؟ دل اپنا جو پائے مئے گلفام ہے ساقی

بتوں کو خوں رلایا ہے تری تعلیم وحدت نے
مگر ذہنوں پہ اب بھی سایۂ اوہام ہے ساقی

نہ ہم گزریں گے جب تک سخت تر راہ عزیمت سے
تمنا یونہی بخشش کی خیال خام ہے ساقی

ترے سیرت کے سانچے میں اگر ڈھل جائیں ہم اب بھی
تو اب بھی انتم الاعلون کا انعام ہے ساقی

فلسطین ہو کہ ارضِ ہند یا ملت افغاں
غلاموں پر ترے پھر گردشِ ایام ہے ساقی

کرم فرما ہماری سمت پھر نظر کرم کردے
پھر ہم اہل حرم پر یورشِ اصنام ہے ساقی

ہوئے ہم دور تجھ سے عظمتیں ہم سے ہوئیں رخصت
وگرنہ ہے وہی قرآن وہی اسلام ہے ساقی

تڑپنا اپنے حالات زبوں پر اشک برسانا
مجیبؔ بے نوا کو کب ترے آرام ہے ساقی

قناعت واستغناء

ہمایوں بادشاہ نے بہت چاہا اور بار بار درخواست کی کہ قاضی خاں ظفر آبادی کوئی نذرانہ قبول فرمالیں، لیکن نہیں لیا۔ ایک دفعہ سادہ کاغذ اور شاہی مہر و نشان شیخ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ جو موضع چاہیں اور جس مقدار میں چاہیں اس کی معافی کا فرمان ہماری طرف سے اس پر لکھ کر مہر و نشان لگالیں۔ حضرت قاضی خاں نے فرمایا کہ ہم کو حاجت وضرورت نہیں ہے اور بغیر حاجت کے مسلمانوں کا حق لینا جائز نہیں ہے، پھر ہم نے اپنے پیر کی خدمت میں عہد کیا ہے کہ:

از خدا خواہم واز غیر خدا نخواہم بخدا
کہ نیم بندۂ غیر و نہ خدائے دیگر است

(یعنی میں خدا سے مانگوں گا، خدا کی قسم کسی دوسرے سے نہ مانگوں گا کہ نہ میں دوسرے کا بندہ ہوں نہ کوئی دوسرا خدا ہے)

شاہی آدمی نے کہا آپ لے کر اپنے لڑکوں کو عنایت فرمادیجئے، ممکن ہے ان کو حاجت ہو، فرمایا ہمارا ان پر زور نہیں ہے وہ چاہے لیں یا نہ لیں وہ جانیں چنانچہ بڑے لڑکے عبداللہ تھے، جب ان کے سامنے لے گئے تو انہوں نے بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ لڑکے کو چاہئے کہ باپ کے قدم بہ قدم چلے، ہمارے باپ نے نہیں لیا تو ناچار ہم کو بھی وہی کرنا چاہئے۔ (اہل دل کی دل آویز باتیں)